Checked 1978

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

حیات نظام

تذکرۂ ن[illegible]ت جنگ بہادر

188533

سی۔ آئی۔ ای۔ او۔ بی۔ ای۔ ایم۔ اے۔ ال ال بی کیمبرج بیرسٹر ایٹ لا

ترتیب دادہ

مولوی نظیر حسین فاروقی مرحوم

۹۲۳۷۲
ن - ن

تکمیل کردہ

افضل حسین فاروقی نائب معتمد عدالت عالیہ و امور [illegible]

سنہ ۱۳۵۹ھ

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188533
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY 15502

Call No. ۹۲۳۵۴ Accession No. ۱۵۵۰۲

Author [illegible]

Title [illegible]

This book should be returned on or before the date last marked below.

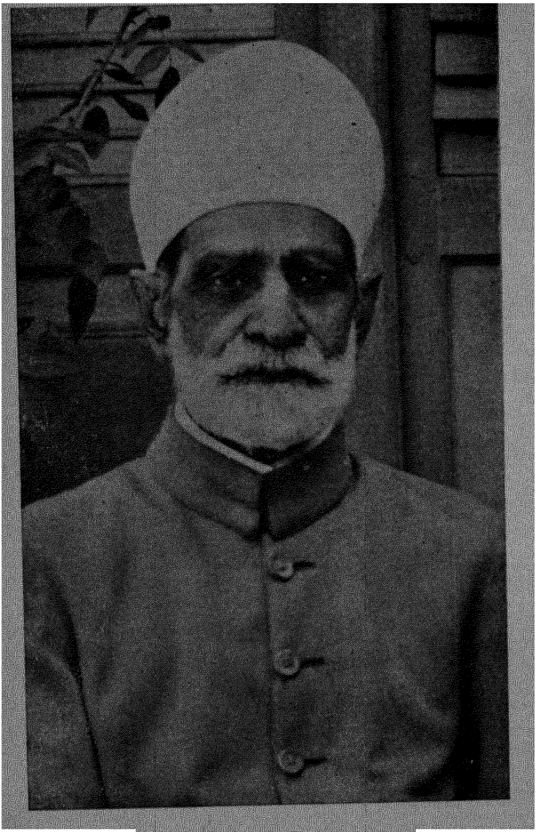

نظامت جنگ
(۷۷) سال

نظام حیات

سوانح عمری نواب سر نظامت جنگ بہادر

۱ .... پیش لفظ

۲ .... سبب تالیف

۳ .... حالات خاندانی

۴ .... طفولیت و تعلیم ابتدائی

۵ .... ملازمت

۶ .... حسن خدمات وظیفہ کے بعد

۷ .... اوصاف و خصائل

۸ .... خاتمۃ الکتاب

۱۵۵،۳

پیش لفظ

والد مرحوم نے اپنی حیات میں نواب سر نظامت جنگ بہادر کی زندگی کے حالات قلمبند فرمائے تھے لیکن یہہ کارنامہ والد مرحوم کی وفات کے باعث نامکمل رہا مجھے ندامت ہے کہ مجھ سے میری سرکاری مصروفیات کی وجہ سے اس کام کی تکمیل میں اسقدر تاخیر ہوئی لیکن اس میں افادیت کا ایک پہلو مضمر ہے اور وہ یہہ کہ زمانہ حج اور بعد کے کارناموں کے متعلق بھی ناظرین کے لیے میں معلومات بہم پہنچا سکا۔

سر نظامت جنگ بہادر کا شمار ملک کے ان خاص مشاہیر میں کیا جاتا ہے جنکی بے لوث زندگی اسلامی طرز زندگی کی نمایاں مثال ہے گدا مدینہ نے اپنی دنیوی دولت کو سرکار مدینہ صلعم کے دربار میں لٹا کر بقائے دوام حاصل کر لیا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ملک اور مالک کے سچے وفاداروں کے لیے آپ کی زندگی مشعل ہدایت ہے اور اگر نوجوانان ملک کو اپنی زندگی کے سنوارنے میں اس سوانح عمری کے مطالعہ سے مدد ملی تو میں نے اپنی سعی ناتمام میں کامیابی حاصل کی فقط

افضل حسین فاروقی۔

نظیر حسین فاروقی مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

سبب تالیف

۱۹۰۸ء میں رودموسیٰ کی شہر آشوب طغیانی کے بعد جب سرکار عالی کے جانب سے رعایاء کی پریشان حالی دور کرنے کے لئے مختلف نوعیتوں کے انتظامات کیے گئے تو خوش قسمتی سے مجھے بحیثیت مجسٹریٹ نواب نظامت جنگ بہادر کے زیر ہدایت کام کرنیکا موقع ملا۔

جناب ممدوح نے مصیبت زدوں کے مصائب دور کرنیکا جس عمدگی وخوبی سے انتظام فرمایا اور جس ہمدردی و توجہ سے لوگونکی حقیقی امداد فرمائی انہیں دیکھ کر ممدوح کی حقیقی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہوئی طغیانی کے کام کے ضمن میں بطور خود چندہ فراہم کرکے قدیم ورکشاپ کے مکان میں لنگر خانہ قایم کیا تاکہ رعایا سراسیمگی کی حالت

میں اذوقہ سے محروم نہ رہے اس لنگرخانہ کو خود اپنی نگرانی میں کئی ہفتوں تک مسٹر وارنر معتمد صفائی کے ذریعہ چلایا کار ہائے امدادی کے موقع پر نواب صاحب معز نے نادار شرفا پردہ نشین مستورات کی امداد کے لیے ایسی ہمدردانہ تجویز فرمائی کہ انکی خودداری بھی برقرار رہی اور وراجبی امداد بھی ہوئی ایسے لوگوں کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنی گرے ہوئے مکانات کا ملبہ صاف کریں اور جبتک وہ کام کریں انہیں اس کا مزد دیا جائے اس طور پر ان کی مالی امداد بھی ہوئی اور ان کے اموال دوسروں کے دستبرد سے محفوظ رہے اس خیال سے کہ لوگوں کو تلف شدہ مال کے دریافت میں سہولت ہو ایک مال خانہ قایم فرمایا جس میں طغیانی زدہ رقبہ میں سے برآمد شدہ مال یکجا رکھا گیا اس طور پر جن لوگوں کا مال بہ کر دوسری جگہ چلا گیا تھا اس کے حاصل کرنے میں انہیں بہت کچھ سہولت ہوئی کار ہائے امدادی کے بعد کئی سال تک مجھے جناب معز کی ماتحتی کا شرف حاصل رہا اور جو خیال میرے دل میں قایم ہوا تھا اس میں ممدوح کی خوش سیرتی کی بدولت اضافہ ہوتا گیا۔

طغیانی کے متعلق کار ہائے امدادی کی حسن کارگزاری کے صلہ میں سرکار عالی سے جب اسناد عطا فرمائے گئے تو جناب ممدوح کے

چیف مجسٹریٹی کی خدمت باحسن وجوہ انجام دینے کا اعتراف کیا گیا لیکن آپ نے ہیں الفاظ اس سند کے قبول کرنے سے احتراز فرمایا کہ میں نے جو کچھ کام کیا خلق اللہ کی بہبودی انسانی ہمدردی اور سرکار کے احکام کی تعمیل کے مد نظر کیا۔ ایسی صورت میں میں اپنے آپ کو کسی تحسین و ستائش کا مستحق تصور نہیں کرتا سند قبول کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ میرا ضمیر حصول توصیف کا متمنی ہے یہ سند اب تک معتمدی عدالت کوتوالی و امور عامہ کے دفتر میں موجود ہے۔

ف ۲ - نواب صاحب موصوف نے یہ دیکھ کر کے کہ بہت سے اشخاص کی پیشہ ور گداگری سے ضعیف و معذور جو درحقیقت مستحق امداد ہوتے ہیں محروم رہا کرتے ہیں۔ بہ حیثیت معتمد عدالت و کوتوالی امور عامہ بیت المعذورین کے قیام کی تحریک فرمائی جناب ہی کے سعی و کوشش سے اس کا قیام عمل میں آیا حسب تجویز جناب معزز اس کی نگرانی میرے تفویض فرمائی گئی اس زمانہ میں بہ حیثیت منتظم جناب ممدوح کے زیر حکم سرکاری خدمات انجام دینا پڑے جن میں خصوصیت کے ساتھ قافلہ حجاج کی روانگی کا انتظام تھا اس تمام زمانہ میں جناب معز کی غریب پروری ہمدردی صداقت شعاری بے نمود و نمائش کارگزاری نے میرے دل میں ممدوح کی گہری وقعت پیدا کر دی میں نے یہ دیکھا کہ آپ کا حسن سلوک حاجتمند و تحسین کا

ہمیشہ برتاؤ شفقت آمیز رہا۔ کبھی کسی شخص کو نقصان پہونچانیکا خیال تک نہ آیا کبھی کسی کو برائی سے یاد نہ فرمایا۔ دروغ گوئی اور کذب سے طبعاً تنفر رہا پابندی وضع و خودداری جو لوازمہ شرافت و عظمت ہے ہمیشہ ملحوظ خاطر رہی تقررات و ترقی کے موقعوں پر کبھی ملک و مذہب یا ملت کے فرق کا خیال ہی نہ آنے دیا ہمیشہ ہر شخص کے نسبت راستی۔ دیانت کارگزاری کی بناء پر رائے قائم فرمائی گئی عملہ میں کوئی ردوبدل محض اس خیال سے نہیں فرمایا کہ کسی شخص کو کوئی عہدہ دار سابق اچھی یا بری نظر سے دیکھتا تھا ہر شخص کی نسبت اسکا رویہ دیکھکر اپنی رائے قائم فرمائی۔

ف۳ - انقلابات زمانہ سے مجھے بلدہ سے باہر جانا پڑا اور مجھے یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوا کہ ایسے خوش خصال ہستی کے بارہ میں عدم واقفیت کیوجہ سے غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ چونکہ جناب معز نے کبھی نمود و نمایش کا خیال ملحوظ نہ فرمایا اس لیے عام طور پر آپ کے حسن انتظام و سلوک سے لوگ ناواقف ہیں میرے ضمیر نے اس امر پر مجھے مجبور کیا کہ نہ صرف اظہار حقیقت کرکے عام طور پر غلط فہمی دور کرنیکی کوشش کیجائے ایک انگریزی شاعر کا مقولہ ہے کہ بڑے آدمیونکی زندگی ہمارے لیے سبق آموز ہوتی ہے تاکہ ہم اسکی پیروی و تقلید کرکے اپنی منازل حیات عمدگی سے طے کرسکیں۔ ہر شخص کی زندگی دوسروں کے لیے سبق آموز یا باعث عبرت ہوا کرتی ہے ممتاز ہستیاں بھی اگرچہ عام انسانوں کی طرح حوائج زندگی کی تکمیل

(گزا)رتی ہیں لیکن کچھ ایسے اسلوب سے کہ دوسروں کے لیے وہ چراغ ہدایت بن جاتے ہیں انکی خاص روش زندگی انہیں دوسروں سے ممتاز بناتی اور قابل تقلید ہوا کرتی ہے۔

میں نے نواب صاحب موصوف سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اولاً اس خیال سے جو ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا انھوں نے اپنے حالات کی تشہیر پسند نہ فرمائی لیکن جب میں نے بہ اصرار عرض کیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ شاید میرے حالات سے دوسروں کو اپنے طرز عمل میں رد و بدل کرنیکا موقع ملے کیونکہ ہر انسان دوسروں کے حالات سے کسی نہ کسی حد تک ہدایت یا عبرت حاصل کرسکتا ہے اس بارہ میں مجھ سے جن امور کے دریافت کی ضرورت ہو دریافت کرلی جائیں تاکہ صحیح اور حقیقی واقعات بلا کسی تحریف کے [illegible] ورنہ وہ غرض فوت ہوگی جو پیش نظر ہے اور چونکہ اب میری مدت ملازمت قریب الختم ہے میں اب بخوشی اس کی اجازت دیتا ہوں میں نے اس حوصلہ افزائی پر جرأت کرکے چند سوالات کیے جناب ممدوح نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے جوابات دیکر نہ صرف مزید سوالات کی مجھے ترغیب دلائی بلکہ ہر امر کے متعلق سوال کرنیکی عام اجازت عطا فرما کر میرے کام میں سہولت پیدا کردی۔

عام طور پر تذکرہ میں صاحب تذکرے کے کارنامے نہایت شد و

سے بیان کیے جاتے ہیں۔ میرا مقصود جناب ممدوح کے کارناموں کی تفصیل بیان کرنا نہیں بلکہ اُن کے اوصاف حمیدہ جو دوسروں کے لیے سبق آموز ہو سکتے ہیں اس ضمن میں اگر کوئی خاص امر قابل ذکر ہو تو اسکا اظہار بخیال تشریح کر دینا ضروری ہے لیکن درحقیقت اس سے کارگزاری کا اعلان مقصود نہیں میرے خیال میں کسی کام کا کسی شخص سے بلا کسی خاص مقصد کے انجام پانا اتفاقی امر ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرا شخص بھی ان حالات میں وہی کام انجام دیتا لیکن جب اس کام کی انجام دہی سے کسی خاص خصوصیت کا اظہار ہوتا ہو جسکی عام طور پر توقع نہیں کیجا سکتی تو ایسے امور ضرور قابل ذکر ہوتے ہیں۔

نواب نظامت جنگ بہادر کے متعلق نہ صرف ان کے دوستوں بلکہ اکثر جاننے والوں کا خیال یہ ہے کہ وہ فلاسفر ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انکی جداگانہ طرز زندگی اور ان کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے بعض حضرات جو ہر چیز کو محض سطحی نظر سے دیکھنے کے عادی ہوں انکو غلط فہمی ہوتی ہو۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر حالت میں ان کا رجحان طبیعت یکساں رہا جس اصول کے وہ اب پابند ہیں اس کے متعلق ہمیں متعدد معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ خرد سالی سے انکا رجحان طبیعت یکساں رہا جس اصول کے وہ اب پابند ہیں اسکے متعلق ہمیں متعدد معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ

خرد سالی سے آنکی افتاد طبیعت اسی طرح رہی جیسی اب ہے۔ راقم نے

خود نواب صاحب سے اس بارہ میں استفسار بھی کیا جو واقعات علاوہ

خاندانی حالات کے اپنے ابتدائی تربیت کے متعلق انھوں نے بیان فرمائے

جس کا ذکر برسر موقع کیا جائیگا ان سے ہمیں اس نتیجہ پر پہونچنا پڑا کہ

موروثی اثرات کے ساتھ ساتھ خود ان کے والد ماجد کی عملی ہدایت نے

انکی طبیعت کو اس طرح بنایا۔ درحقیقت تربیت اطفال کے لیے یہ نکتہ

بہت کچھ سبق آموز ہے اولاد کی تربیت محض لفظی ہدایت سے نہیں

ہو سکتی جبتک کہ ان کے روبرو عملی نمونہ پیش نہ کیا جائے نواب صاحب نے

اپنے جن بزرگوں کو کم سنی میں دیکھا ان کی خودداری اور فقیرانہ استغناء نے

اپنا نقش ان کے دل پر چھوڑا ان کے جد امجد باوجود اس کے کہ ان کے

دونوں فرزندوں مولوی شیخ احمد صاحب اور مولوی محمد صدیق صاحب

(نواب رفعت یار جنگ اور نواب عماد جنگ) کے حال پر نواب

سالار جنگ مختار الملک مرحوم اولی الی خاص عنایت تھی اور نواب بیکرم الدولہ

کے پاس انکو اس قدر رسوخ تھا کہ سینکڑوں کو انھوں نے عہدوں پر

مامور کرا دیا جس میں سے بعض بالآخر صوبہ داری کے درجہ تک پہونچے

اپنے فرزندوں سے کسی قسم کی مدد قبول نہیں کرتے تھے اپنے علحدہ مکان میں

رہتے اور باوجود عسرت اپنا تمام انتظام نہایت سلیقہ سے خود انجام

دیتے تھے اپنے شاگردوں میں سے جن کی تعداد سینکڑوں تک تھی چند کو
اپنے ساتھ رکھ کر ان کے ضروریات کے خود متکفل ہوتے اور اس قدر قانع
مستغنی تھے کہ دولت و حشمت میں اپنے آپ کو کسی سے کم تصور نہیں
کرتے تھے وہ قناعت و استغناء کے حقیقی صفت سے متصف تھے
ان کے نانا جو سپاہی تھے اور غدر کے زمانہ میں کنٹنجنٹ کی فوج کیساتھ
کئی معرکوں میں شریک رہے تھے اور فوج سے وظیفہ لینے کے بعد ضلعدار
سیدک و مددگار کوتوال بلدہ (نواب ذورآور جنگ بہادر) مقرر ہوئے
تھے ایک فقیر منش سپاہی تھے انھوں نے کبھی کسی سے اپنی کوئی خواہش
ظاہر نہیں کی نواب سالار جنگ مختار الملک کے کسی حکم سے ناراض ہو کر
بلا تامل خدمت سے سبکدوش ہو گئے اور پھر کبھی ان سے کوئی تعلق نہ
رکھا اس زمانہ کے لحاظ سے سوا سو روپیہ جو بطور منصب ان کو دیا
گیا تھا ان کی ضرورتوں کے لیے کافی تھا آخر عمر تک اس پر نہایت
اطمینان سے بسر کی غرض کہ ایسے فضاء میں تربیت پا کر انکار رجحان
طبع چھوٹی عمر سے جس نہج پر قائم ہوا وہ مستحکم ولازوال تھا نواب
نظامت جنگ بہادر کے متعلق اکثر اشخاص کا یہ خیال ہے کہ
ان میں عملیت کے مقابلہ میں تخیل زیادہ ہے جن لوگوں کو جناب ممدوح
سے سابقہ پڑا ہے وہ اس سطحی اعتراض کی ریاکاری کو بخوبی سمجھ سکتے

یہ مسلہ مقولہ ہے کہ دیر آید درست آید۔ نواب صاحب اس مقولہ سے حقیقی طور پر پابند ہیں دوسری بڑی بات یہ ہے کہ نواب صاحب کی حیثیت ہمیشہ کارفرما کی رہی تقسیم عمل کی رو سے دو شخصیتوں کی ضرورت دامی ہوتی ہے کارفرما و کارگزار۔ کارفرما کی حیثیت کارگزار سے بالکل مختلف ہوتی ہے وہ عام لگاہوں میں پیش پیش معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس کی حیثیت اس مشین کی سی ہوتی ہے جو قوت کے بل بوتہ پر کام انجام دیتی ہے۔ کارفرما کی ہستی کارگزار سے زیادہ وقیع ہوتی ہے لیکن تکمیل کار کا انحصار کارگزار پر ہوتا ہے۔

مجھے اس موقع پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس تذکرہ میں نہ عبارت آرائی کا خیال کیا گیا ہے نہ شکوہ الفاظ کا سیدھے سادھے طریقہ پر حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔

خاندانی حالات

مولوی ابو اسحٰق نظام الدین احمد صاحب مخاطب بہ نواب نظامت جنگ بہادر مولوی شیخ احمد حسین صاحب المخاطب بہ نواب رفعت یار جنگ اول کے فرزند رشید ہیں۔ نواب رفعت یار جنگ بہادر ابن حافظ حاجی عبد الرحمٰن ابن محمد عبد الحلیم صاحب ابن مولوی عبد العزیز صاحب یمنی حنفی المذہب خاندان شیوخ صدیقی سے تھے جن کا سلسلہ نسب سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوتا ہے۔ آپ کے اجداد صحیحہ میں قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ بھی تھے جن کے خصائل و خوارق کا تذکرہ مولانا شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں کیا ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبیر آپ کے جد اعلیٰ تھے۔ مولوی عبد العزیز صاحب یمنی فاضل اکمل و عالم اجل تھے۔ یمن کے باشندے تھے لیکن اکثر سیر و سیاحت میں مصروف رہا کرتے دکن کے اکثر مقامات کی آپ نے سیر کی۔ صوبہ بیدر کے ضلع اندور میں جسے آج کل نظام آباد کے نام سے

موسوم کیا جاتا ہے اور صوبہ گلشن آباد میدک میں واقع ہے جب آپ تشریف فرما ہوئے تو آپ کو یہاں کی آب وہوا پسند ہوئی اور یہیں اقامت گزیں ہوئے۔

اس عرصہ مدت میں آپ نے عقد کا ارادہ فرمایا۔ محمد مدنی نامی ایک صاحب نے جن کو مدد معاش جاگیر سرکار سے سرفراز تھی اور مولوی صاحب کے خصائل سے آگاہ اور آپ کے معتقد تھے اپنی صاحبزادی کو آپ کے عقد میں دینا قبول فرمایا اس کے بعد آپ کی مستقل سکونت قصبہ اندور میں ہوئی۔ باشندگان اندور میں آپ کی ذات بابرکات سے تحصیل علم کا ولولہ پیدا ہوا۔ اکثر طلباء آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ محمد مدنی جاگیردار جن کی دختر سے عبدالعزیز صاحب یمنی کا عقد ہوا تھا حاجی عبداللطیف ابن عبدالکریم ابن عبدالرؤف ابن عبدالسلام دیوان جاگیرشاہی کا سلسلہ عبدالقادر صاحب انصاری صوبہ دار کاشغر تک پہونچتا ہے۔ نواب رفعت یار جنگ مرحوم کی ننیال بھی ضلع اندور کے سادات حسینی میں تھے آپ کی اہلیہ محترمہ کی ننیال کا شیخ کمال الدین کیتلی سے تعلق ہے شیخ کمال الدین شیوخ فاروقی میں سے تھے جن کے حالات و واقعات مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ مؤلفہ عبدالاحد دہلوی میں اجمالی

طور پر بیان ہوئے ہیں جس میں شیخ کمال الدین کیتلی کے فرزند شیخ خدا داد اور ان کے صاحبزادے شیخ عبدالرحمن تھے جن کے فرزندوں میں شیخ امان پانی پتی گذرے ہیں جن کا عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا لیکن شیخ امان کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا نے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں آپکا تذکرہ فرمایا ہے شاہ من بادشاہ آپ کے فرزند تھے جو مادر زاد ولی تھے آپ مختلف ناموں سے پکارے جاتے تھے موضع سنگلور ضلع ایلچپور میں آپ کا مزار ہے۔ درگاہ کی مدد معاش کے لیے پانچ مواضع کی جاگیر شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ سے بحال و برقرار ہے۔ آپ ہی کے سلسلہ میں بخشی محمد عالم علیخاں نبیرہ بخشی غلام محمد خان بیجاپوری گزرے ہیں جو ٹیپو سلطان کے لشکر پر مامور تھے غلام دستگیر صاحب منصبدار (خسر نواب رفعت یار جنگ) کے والد شیخ محمد حسین رسالہ کنٹنجنٹ میں افسر تھے ان کا سلسلہ نسب حضرت عمر ابن الخطاب خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم کے والد ماجد حافظ حاجی عبدالرحمن صاحب نہایت ذی علم باخدا پابند احکام شرع تھے آپ کی سکونت کا بڑا زمانہ صوبہ ورنگ آباد کی چھاونی انبہ دھنگولی میں گزرا جہاں قضائت کی خدمت

آپ کے تفویض کی گئی تھی آخر زمانہ میں اپنے اولاد کے اصرار پر آپ حیدر آباد تشریف لائے یہیں آپ کی رحلت واقع ہوئی۔

(یہ وہ زمانہ ہے جب کہ شیخ الدین احمد اور نظام الدین احمد کی عمریں تقریباً بارہ اور دس سال کی تھیں اور ان کو اپنے دادا کی صحبت میں کبھی کبھی رہنے اور اس سے خاص قسم کے تاثرات لینے کا موقع مل چکا تھا جس سے یقیناً ان کے تصورات پر عمدہ اثر پڑا جسکے زندگی بھر انکی رہنمائی کی)

نوٹ: قوسین والا مضمون مؤلف نے نواب نظامت جنگ بہادر کے بیان پر سے اپنے والد مرحوم کے مضمون میں شریک کیا ہے

حاجی حافظ عبد الرحمٰن صاحب کے دو صاحبزادے مولوی شیخ احمد حسین صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ اور مولوی حافظ محمد صدیق صاحب المخاطب بہ نواب عماد جنگ تھے۔ مولوی شیخ احمد حسین صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ سنہ ۱۲ھ میں تولد ہوئے۔ آپکے حقیقی ماموں مولوی شیخ محمد حسین صاحب مددگار عدالت ضلع محبوب نگر نے آپکی پرورش کی ابتدائی تعلیم مدرسہ دار العلوم میں ہوئی علوم عربیہ کی تحصیل آپنے مولوی عبد الحلیم و محمد زماں خاں شہید استاد

حضرت غفران مکاں نواب میر محبوب علی خاں سے پائی۔ نہایت طباع روشن
خیال و نیک نفس عالم تھے۔ حیدر آباد کے صدہا عمائد نے آپ سے استفادہ
کیا اپنے قوم کے مصلح و محب وطن تھے مستحقین کی امداد اس طرح فرماتے تھے کہ آپکی
زندگی میں کسی کو اطلاع نہیں ہوئی سر سالار جنگ مرحوم نے آپ کو نواب مکرم الدولہ بہادر
کی اتالیقی کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ (یہہ واقعات نواب عزیز جنگ مرحوم کی کتاب سے اخذ کیے گئے)
۱۸۸۱ء میں یورپ کے سفر میں نواب مکرم الدولہ بہادر کے ساتھ رہے سنہ ۱۲۹۷م
آپ کا تقرر اطراف بلدہ کی تعلقداری پر ہوا اسکے بعد اول تعلقداری ضلع رائچور
پر جہاں ۱۳۰۸ء کے پُر آشوب قحط کے انتظامات میں مصروف رہے جسکے متعلق
سرکار سے تعریف و توصیف فرمائی گئی پھر چندے نظامت تصفیہ مقدمات
ساہوکاران پر کارگزار رہے اسکے بعد مجلس دریافت انعام کے رکن اور
بالآخر کمشنر انعام کے عہدہ سے ممتاز ہوئے نواب سر آسمانجاہ کی وزارت
کے زمانہ میں خطاب رفعت یار جنگ سے سرفراز فرمائے گئے دم واپسیں تک
آپنے اس کی اعلیٰ ذمہ داریوں کو جس نیک نامی اور استقلال کے ساتھ
انجام دیا وہ حیدر آباد کی تاریخ میں آپ کے جوہر طبع کی اعلیٰ یادگار رہے۔
صوبہ داری کے زمانہ میں آپ نے ہر ایک کام اصول و ضوابط
کے مدنظر انجام دیا جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ رعایا آپکی گرویدہ ہوگئی۔ رفاہی
کاموں کے متعلق آپ کو خاص شغف تھا۔ اول تعلقداری رائچور کے زمانہ میں جب

قحط عظیم پڑا تو آپ نے اس حسن سلوک سے انتظام فرمایا کہ رعایا و سرکار دونوں آپ کے معترف و گرویدہ ہو گئے اصلاح ترقی تعلیم و قیام مدرسۂ قومی کے لیے ۱۲۹۲ء میں آپ نے اہل ملک سے جو اپیل کی اُس سے آپ کی روشن ضمیری کا اظہار ہوتا ہے اپیل فارسی زبان میں ہے اور اس میں مرحوم کے خیالات کا پورا طور پر اظہار ہے اس لیے ہم اسے بجنسہ درج ذیل کرتے ہیں۔

"چوں مدار درستی عالم بر ترقی علم است و حصول علوم موقوف به کثرت مدارس و خوبی تعلیم و مراد از علم آنست که آدم به تحصیل آں در اکثر ضرورت ہا از ضروریات انسانی عاجز و قاصر نباشد پس دریں حالت باید دید که شیوع علم دریں دیار تا چہ غایت است۔ ہر گاہ که غور کردہ شود و بدریافت می رسد که دریں دیار تعلیم عام مفید و کافی است و نہ تعلیم خاص و ہمچناں نہ طرز تعلیم درست است و نہ کتب متداولہ مناسب زیرا که در تعلیم واقفیت بر تاریخ و جغرافیہ و حساب و اقلیدس و جبر و مقابلہ تا حدے معین ضروری است و دریں بلفرو گذاشت ایں ہمہ صرف بر آموختن زبان فارسی حسب رواج اکتفا می شود و آہم باوجود ضائع شدن اکثرے از اوقات عمر عزیز چنانکہ باید نفع بہ طالبین حاصل نمی شود۔ چہ فارسی اکثرے از فارسی خوانان ایں دیار باوصف مشغولیت سالہا نہ بمرتبہ ایست که آنہا ہنگام معاملت با شخصے عجمی

حسب محاوره اہل عجم حرف زدن توانند یا بدون تحریر مسوده علیحده مطالب
دلی را بعبارت صحیح بلا تامل به درستی بر نگاشته باشند وہمچناں تعلیم خاص
سوائے علوم متذکره بالا تعلیم علوم منقول ومعقول به نہجے ضروری است
که متعلم را بدون تضیع اوقات بعرصه اندک در علوم وفنون ضروریه مہارت
کافی دست دہد دریں جا ایں امر مقصود وچرا که طالبان ایں جانه بعربی
حرف زدن می توانند ونه مطالب طویله بل خفیفه را بلا تامل تحریر کردن
ہمچناں در علوم دینیه بوجه حاصل نه کردن مہارت کامل استعداد اخراج مسائل
معتبره وفہم غور شرعیه لایق اقتنائی یابند ووجه آں ہمین است که کتابہائے
که عموماً حالا داخل درس اند در بعض علوم کمتر وناکافی ودر بعض آں زائد
وغیر ضروری می باشند مثلاً در تفاسیر صرف بر تفسیر جلالین وچند اوراق
بیضاوی اکتفامی ارود ۔ در حدیث بر مشکوٰة شریف وچند اوراق بخاری
وہمچناں در اصول حدیث وعقاید وکلام وعلیٰ ہذا در حکمت وہندسه وہئیت
وغیرہا کتب مروجه حالیه کمتر وغیر معتد به است ودر صرف ونحو ومنطق
خیلے زائد ورفع ایں خرابیہا بدون اصلاح طرز تعلیم آں بے توجه کامل واتفاق
آرائے علماء معتبر از محالات است اگرچه سرکار وعہده داران تعلیمات
ہمه تن مصروف ایں اصلاح ودرستی بوده اند ۔ مگر تاوقتیکه اجله مردم ایں
بلاد باتفاق آراء وبذل توجه دلی وقت بوقت اصلاح امورات تعلیمات

و حل مشکلات انتظامات متعلقه نه کوشند به نتیجه آن هیچ حاصل شدنی نیست
و از این جاست که در معاملات دنیوی هم قطع نظر از ایجادات تازه و سعی
هرگونه و از ترقیات ملکی و قومی که مدار بهبودی ملک و آسودگی قوم بر آنست
در انجام امور معمولی هم بوجه لاعلمی خودشان آنچنان عاجز و حیران اند که از انتظام
هیچ کار از دست آنها چنانکه باید شدن نمی تواند و در امر محتاج به غیر می باشند
نه حسابات را درست می دانند که بمعاملات جاگیرات و امور خانگی خود شامل
ممد و معاون بوده از خسارتهای گوناگون بدست متصدیان و داروغگان
و مختاران کارخانه های شان آنها را وقت بوقت میرسد خود را محفوظ
دارند و نه علم تاریخ را میدانند که بواقفیت و اطلاع حالات سلف عبرت
پذیرفته در هر معامله خویش به خبرداری کاربند شوند و از زیانهای هرگونه
که روز بروز لاحق می شود نجات یابند و در مال و کمال و جاه و جلال بلکه در قوی
و اشکال که مراد از کمالات نفسانی و جسمانی باشد بعوض ترقیات تنزلات
حاصل نمایند تا بعافیت و خاطرجمعی چه رسد و چون حصول این مقصود
بدون تحصیل فضل و کمالات ضروری معاملات است و مردم دیگر
ممالک بر این وقوف یافته و برفع چنین موانع پرداخته بعرصه قلیل سررشته
ترقیات را بدست آورده اند و مقام تاسف است که هنوز ساکنان این
و [illegible] دیگر ممالک در هر کار [illegible] اند لهذا [illegible] اکتساب

ہمچو فضائل اہم مہمات دانستہ بندہ بنظر فائدہ خاص وعام وحصول رضائے
ملک العلّام باتفاق چند احباب کمرہمت برستم و بنائٗ علیہ بحسب صلاح
ومشورہ دانشوران ذی علم وعالی فہم بنائے مدرسۂ جدید برائے تحصیل علوم
بطرز مناسب باتفاق واعانت باہمی شرکا در بلدہ حیدرآباد فرخندہ
بنیاد صَانہا اللّٰہ عن الشّرّ والفساد ۔ سوائے مدارس سرکاری کہ
آنرا مدرسۂ قومی وامدادی توان گفت برائے ترقی علم وہنر دریں مملکت
بمقامی متوسط از مقامات بلدہ می خواہم کہ چنیں مدارس در بلاد دیگر
بہ کثرت موجود وہم ضرورت آں نزد عقل سلیم بیشتر است ودریں مدرسہ اولاً
تعلیم زبان اردو وحساب وجغرافیہ وتاریخ واقلیدس وجبر ومقابلہ تا بحدّے
کہ باتفاق آرا معین باشد بعمل آید ودر فارسی زیادہ تر اہتمام بکار رود کہ
قدرت تکلم بزبان فارسی مثل محاورہ عجم وملکہ تحریر بطور مربوط وموافق
قاعدہ حاصل آید ودر عربی بہ نہجے سعی شود کہ ہر ایک طالب علم ایں مدرسہ بعد
قلیل مدت صرف ونحو حرف زدن بزبان عربی وقوت تحریر را بطوریکہ قصہ ہائے
طویل ومطالب ہرگونہ را بذریعہ تقریر وتحریر بخوبی ادا کردن تواند حاصل
نماید۔ اہتمام علوم دینی ہم بطریقے شود کہ ازاں در اندک عرصہ بر اصول دینیات
واقف شدہ برائے متعلم مذاقی کافی بہم رسد۔ یعنی برائے علم فقہ واصول
فقہ وحدیث واصول حدیث وعقائد واصول آں کتب معتبر ومفید منتخب شدہ

در صورت ضرورت از ملک عرب یا مصر و روم و یا از هر دیار که طلب آن مناسب
باشد طلب شده داخلهٔ سلسلهٔ تعلیم گردد۔ برائے انگریزی انگریزی که بنظر
رواج تعلیمش ضروری دانسته می شود۔ بدین اهتمام رود که صرف تعلیم زبان یعنی
تحصیل انشا در انگریزی کافی دانسته شود و آنچه بالفعل مردم برائے
تحصیل جملهٔ علوم بانگریزی عادت کرده اند حق اینست که تحصیل آن علوم و فنون
بمردم هند۔ در زبان انگریزی بوجوه کثیره قطعاً دشوار و موجب تضییع اوقات
است از آن باز داشته آید۔ و برائے تعلیم ایک مدرس اردو و یک فارسی
از اهل عجم و یک فاضل هندوستانی که ادیب باشد جمله کتب تحصیلی علوم
عربیه را بکرات درس داده باشد بمشاهیرهٔ مناسب و یک مددگار مدرس
عربی که از اهل عرب باشد و فصیح و از صرف و نحو واقف و چیزے سواد
تحریر هم داشته باشد مقرر گردد و نیز درین مدرسه اهتمامے برائے تعلیم
قواعد عدالت و مال وغیره بطرز شائسته بکار رود والحمد لله که
این هنگام ظهور آنست و بالتفات حضرات که حالا چه بنظر خوبی این کار و چه
بلحاظ صفات کریمانه خود شان بذل توجه بامداد این مدرسه فرموده اند
امید قوی دارم که زیاده از ارادهٔ خویشتن کامیابی بینم۔ چنانچه نواب صاحب
قبله نواب مختار الملک مدظله العالی مدار المهام سرکار آصفیه دام دولته
بخوشنودی و مسرت تمام که هزار جان قربان آن قدر دانی باد پنجاه روپیه ماهوار از

خود معین و برائے دادن چندہ و اعانت ہر گونہ از سرکار ہم موعود فرمودہ اند
چنانچہ نقل فقراتیکہ دریں خصوص از جناب ممدوح بجواب عریضہ کمترین
زیب رقم یافتہ برائے اطلاع حضرات نگارش می یابد وھو ھذا

"ضمیمہ را حرفاً حرفاً دیدم و مسرور شدم و تحسین کردم خدا کند تمام
اہل ایں ملک را محبت ملکی و قومی بمعقولیت حاصل شود در اکثر
مطالب اتفاق دارم و ایں تدبیر را مفید می پندارم اگرچہ تعلیم قواعد
زیادہ تر تعلق ازیں مدرسہ نباید داشت لیکن تعلقش را
ہم بالفعل بے محل نتواں پنداشت۔ خدا توفیق دہد و
در سر انجام دہی ایں کار نیک برکت حاصل کناد زیادہ علم
و ہنر در ترقی باد۔ مکرر تختہ بدستخط ملفوف ہذا است۔ اگر ایں
کیفیت طریقہ تعلیم و تختہ شرکت از طرف آں مہربان در جریدہ
طبع شود نامناسب نخواہد بود" انتہی پس چوں ایں کار کہ
حالا بندہ متکفل آں شدہ ام و آں کارہا کہ آیندہ صرف بنظر درستی
ملک یا قوم یا ساکنین اہل دیار بجوشش محبت ملکی کردن خواہم مدار
آں بر عنایت و التفات تامہ بل اعانت ہر گونہ حضرات گرامی انجا
است زیرا کہ ایں کار اولین است کہ بدیں نمط ایں کمترین باہتمام آں
کم مہ ... لسنت ۱۳۳۱۰۱۱ بخدمہ عنایت فرما و ہم ارباب دیگر در ریز

سعی ہر گونہ نشود از دست ایں عجز وضعیف چہ بر آید غیر ازیں کہ
بمضمون السّعی منّی والاتمام من اللہ ہر طرف دست و پا زنم
و امیدوار مراحم ایزدی باشم الحاصل بہ ترسیل فہرست اسمائے آنہا
بریں حال واقف شدہ بنظر فضل و کمال خود بذل سعی در ترقی علوم
مفیدہ افضل ترین جملہ خیرات و صدقات جاریہ دانستہ ہمت بامداد
آں فرمودہ اند امیدوارم کہ آں حضرات ہم از شرکت اسم گرامی خویش
بہ تعین خیرے از ماہوار و عطیہ اتفاقی بہر مقدار کہ منظور خاطر اشرف
باشد ہیچگونہ عطائے آں برائے دوام گراں بگذرد بجواب ہذا ایما فرمایند
و نیز بہ شریک کردن چند حضرات از اہل تعارف خویش دریں کار خیر
اعانت فرمایند تا اسم گرامی ہم بشمول دیگر شرکا خاص پیش از اجرائے
اشتہار و طبع آں بہ جریدہ در زمرہ ہماں شرکا مطبوع و مشتہر شود چوں
کتاب چندہ کہ دراں دستخط نواب مختار الملک بہادر مدظلہ العالی آیت
برائے مزین شدن بدستخط دیگر ارکان دولت مثل نواب صاحب قبلہ
امیر کبیر بہادر دام اقبالہ وغیرہم وقتیکہ فرستادہ می شود بہ ترسیل
آں بالفعل مقصر ماندم فقط از ماہوار از ہر شریک آنقدر مطلوب است
کہ دادن آں ماہ بماہ برائے دوام بر شرکا گراں نشود با سانی ادا کرد

بہ طیب خاطر دادن توانند ہماں قدر را باید کہ در دو یا سہ وچہار قسط ادا میفرمودہ باشند یعنے ہر سہ ماہ یا بعد چہار ماہ و کسانیکہ پنجاہ روپیہ دادن خواہند ہمبریں نمط و علیٰ ہذا از عطیۂ اتفاقی کہ صرف در یکمرتبہ برائے درستی مکان و لوازم فرش وغیرہ مدرسہ درکار است بقدر خواہش خود عطا شود کہ از یک روپیہ تا یکہزار روپیہ زیادہ تر از اں اختیار است بہرحال کار استطاعت و شوق است نہ موقع جبر و اکراہ طریقۂ تعلیم وغیرہ کیفیت ضروری ایں مدرسہ کہ از اں ضرورت و مخصوصیت اجرائی ایں مدرسہ بظہور رسد و قواعد انتظام آنکہ بوساطت انجمن باہمی شرکاء تجویز خواہد گردید۔ بعرصہ قریب بذریعہ جریدہ اعلامیہ یا علیحدہ مفصل و مشرح طبع شدہ بملاحظہ حضرات میگذرد۔ لہٰذا دریں عریضہ طوالت بکار نرفت زیادہ امیدوار۔

المرقوم شہر شعبان ۱۲۹۲ھ

معروض

کمترین احمد حسین

مددگار معتمد صدر المہام مالگزاری از حیدرآباد دکن

جواب بدیں نشان عنایت شود

در محلہ قطبی گوڑہ باز اڑیلی میاں

اس بنا پر مدرسہ اعزہ قایم ہوا کثیر التعداد مرشدزادگان و اعزا نے فارغ التحصیل ہو کر عزت و ماموری کے ساتھ ملک کے خدمات انجام دیے اس کے ملاحظے سے یہہ بھی معلوم ہو گا کہ آجکل جس اصول تعلیم کی شد و مد سے تلقین کیجاتی ہے یعنی مادری زبان میں تعلیم دینا جس اصول پر عثمانیہ یونیورسٹی قایم ہوئی ہے درحقیقت اس خیال کی ابتداء رفعت یار جنگ مرحوم اولی نے کی تھی مدرسۂ اعزہ قایم کرنے کے علاوہ نواب رفعت یار جنگ کی تحریر پر ایک جماعت خاص مدرسۂ عالیہ میں اس غرض سے قایم کی گئی تھی کہ جو طلباء ولایت جاکر تعلیم حاصل کرنا چاہیں ان کی تعلیم بھی خاص نہج پر ہو تاکہ ولایت جاکر انہیں حصول تعلیم میں سہولت ہو اور ابتدائی مراحل جس میں بہت کچھ صرف ہوتا ہے یہیں طے پاجائیں سول سیرویس کلاس کے قیام کی تحریک بھی مرحوم ہی کے خیال کا نتیجہ ہے اس کے قیام کے موقع پر بہت کچھ مخالفت ظاہر کی گئی تو نواب محسن الملک جیسے بیدار مغز تعلیمتک نے مخالفت کی لیکن نواب عماد الملک مرحوم اس تجویز کے مؤید رہے بالآخر دارالنظام کالج میں خاص جماعت اس غرض سے قایم کی گئی کہ نونہالان ملک کو انتظام مملکت کے اصول سے واقف و آگاہ کرایا جائے۔

مرحوم کو جب کوئی خیال پیدا ہوتا تو وہ اس کی تکمیل کی فکر کرتے تھے چنانچہ دارالعلوم قایم کرنیکا خیال پیدا ہوا تو باوجودیکہ اس کی مخالفت نہایت شد و مد سے ہوئی اور پرشن گورنمنٹ کے خلاف متاثر ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا گیا لیکن مرحوم اس کی

کوشش میں سرگرم رہے اور بالآخر نواب لایق علی خاں مرحوم سالارجنگ ثانی کے عہد میں یہ تجویز روبراہ لائی گئی۔

نواب رفعت یار جنگ کے کاغذات میں سے ہمیں ایک یادداشت دستیاب ہوئی ہے جس کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ مرحوم کو اہل ملک کی تعلیم و تربیت کا کس درجہ خیال تھا۔ ہم اس یادداشت کی نقل درج ذیل کرتے ہیں۔

تعلیم کے مدارج ملک کی ضرورت کے لحاظ سے قائم ہونا چاہیئے۔

(۱) درجۂ اعلیٰ (۲) درجہ اوسط (۳) درجہ ادنیٰ یا ابتدائی۔

موجودہ مدارس اضلاع و تعلقات کی تعداد کافی ہے یا نہیں اگر بڑھانے کی ضرورت ہے تو کتنے اور کہاں۔ رقم کی تقسیم تعلیم کے ہر صیغہ پر بلحاظ ضرورت اور بلحاظ اس امر کے کہ جو رقم سرکار سے ملتی ہے وہ کافی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اور کتنی رقم سرکار سے اضافہ ہونا چاہیئے۔

تعلیم کے انواع حسب ذیل مقرر کیے جائیں:۔

(۱) اندرون ملک سرکار عالی

(۲) تعلیم ولایت یعنے یورپ کے کسی حصہ میں۔

(۳) تعلیم ہندوستان کے کسی حصہ میں

ترغیبی وظیفوں کی تعداد مقرر کی جائے جس سے طلباء ولایت اور

[illegible]

غیر مفید اخراجات تعلیم کے صیغہ سے نکال دیے جائیں۔ جو رقم رعایا سے تعلیم کے نام سے وصول ہوتی ہے وہ تمام تعلیم کے صیغہ میں خرچ ہونیکا انتظام کیا جائے۔

تعلیم اندرون ملک کے اقسام حسب ذیل ہیں :—

(۱) ابتدائی اسکول بلدہ و بیرون بلدہ

(۲) ہائی اسکول بلدہ و بیرون بلدہ

(۳) سول سروس کلاس

(۴) نوبل اسکول

(۵) کالج

(۶) لا کلاس

اضلاع میں تعلیم کے یہ اقسام ہوں -

(۱) مدارس ابتدائی

(۲) مدارس درجہ اوسط جن میں انگریزی مڈل تک ہو (اخراجات بعد تعین تعداد مدارس قایم کیے جائیں گے)

(۳) ہائی اسکولز

ہندوستان کے کسی حصہ میں جو تعلیم دلائی جائے وہ اقسام ذیل میں ہو اور بذریعہ اسکالرشپ۔ کے قانون ع نفر زراعت و جوبینہ ع نفر انجنیری صہ نفر عالیتا ایم یونیورسٹی ع نفر ڈاکٹری صہ نفر۔

جملہ للعہ نفر فی سے ماہانہ للعہ الکعہ سالانہ تعلیم ولایت یعنی یورپ کے
کسی حصہ میں جو تعلیم ہو اس کا اندازہ یہ ہوگا۔

(۱) طلباء قانون	للعہ نفر فی نفر	ماصہ پاونڈ		الــ پونڈ
(۲) زراعت و چوبینہ	للعہ نفر	ماصہ	"	الــ "
(۳) انجنیری	۲ نفر فی	ماصہ	"	صماء "
(۴) عام تعلیم یونیورسٹی	۴ نفر فی	ماصہ	"	الــ "
(۵) ڈاکٹری	۲ نفر فی	ماصہ	"	صماء "
جملہ	۱۶ نفر			للعمــ پونڈ سالانہ

ساوی محــ حالی تخمینہ

اخراجات و مصارف آمد و رفت عہ

الــ

یہ نوٹ شاید ۱۸۹۲ء میں تحریر کیا گیا تھا اور اس وقت کی تعلیمی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اسکے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ مرحوم کو ملک کی تعلیمی ضروریات کا کس قدر خیال تھا۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم اس خیال کے آدمی تھے کہ مال و دولت شان کے لیے کوئی ضروری چیز نہیں دماغی، روحانی، دولت بڑی چیز ہے

دنیاوی ترقی ہی انسان کے طبعی جذبات کا نتیجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کی ترقی ایسی صورت میں ممکن ہے جبکہ طبیعت کی تربیت صحیح طور سے دیجائے اور صحیح طرز کی تعلیم ہی اس کا بہترین ذریعہ ہے اسی عقیدے نے ان کو حیدرآباد میں تعلیم کی اشاعت کی طرف مائل کیا اور آخر عمر تک ان کو تعلیمی امور میں خاص دلچسپی رہی۔ ان کی زندگی اعلیٰ عہدداروں کے تعلق کیوجہ سے اگر بظاہر دنیا داروں کی سی تھی لیکن دل سے وہ بھی فقیر منش تھے جو کچھ ملتا تھا صرف کر دیتے تھے۔ اپنی اولاد کی تعلیم میں صرف کرنے کو اپنا سب سے اہم فریضہ خیال کرتے تھے۔

نواب نظامت جنگ بہادر سے میں نے سنا ہے کہ کسی موقع پر ان کی والدہ صاحبہ نے نواب صاحب مرحوم سے اعتراضاً فرمایا کہ آپ بچوں کے لیے کچھ بھی جمع نہیں کرتے تو ان کو یہ جواب ملا کہ "جو دولت ان کے واسطے جمع کیجا رہی ہے" وہ ان کی تعلیم ہے"۔

نواب رفعت جنگ اولی مرحوم کی وقعت جو ان کے ہمعصروں کے نگاہ میں تھی اس کا اندازہ اس تحریر سے کیا جا سکتا ہے جو نواب عماد الملک جیسے روشن خیال ماہر تعلیم نے مولوی فصیح الدین صاحب کو رفعت یار جنگ کا خطاب عطا ہونے پر نواب نظامت جنگ بہادر

کو ارقام فرمائی تھی۔ عماد الملک مرحوم نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ "میں خوش ہوں کہ پھر نواب رفعت یار جنگ مجھے نظر آرہے ہیں مجھے رفعت یار جنگ جیسا کوئی دوسرا شخص حیدرآباد میں نظر نہ آیا گو ان کی قدر خاطر خواہ یہاں نہیں ہوئی" نواب عماد الملک بہادر کے اس فقرہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ درحقیقت نواب رفعت یار جنگ بہادر کس پایہ کے بزرگ تھے۔ درحقیقت ان کے خیالات اپنے زمانہ کے کم از کم نصف صدی مابعد کے خیالات تھے تعلیم سے انہیں خاص دلچسپی تھی۔ سید احمد خاں مرحوم سے نواب صاحب کی جب ملاقات ہوئی تو انھوں نے ان کے خیالات سے واقف ہو کر فرمایا کہ یہ معلوم نہ تھا کہ دکن میں ایسا خوش خیال شخص موجود ہے۔

صرف تعلیمی مسائل ہی کی جانب نواب صاحب مرحوم کی توجہ مبذول نہ تھی بلکہ معاشرتی و تمدنی اصلاح کی جانب بھی وہ متوجہ رہے۔

اہل ملک کی فلاح و بہبود کے لیے مرحوم نے جو کچھ تعلیمی جدوجہد کی اس کا اجمال اس سے قبل بیان کر دیا گیا ہے زبان سے کہہ دینا دوسری چیز ہے۔ انھوں نے جو کہا عملاً کر دکھایا سب سے پہلے اپنے فرزند اکبر ضیاء الحق فصیح الدین صاحب (رفعت یار جنگ ثانی) اور اپنے ہمشیرزادہ مصلح الدین محمد سعدی المخاطب بہ حاکم الدولہ مرحوم کو وطن سے دور علی گڑھ

میں بغرض حصول تعلیم روانہ کیا - اپنے دونوں فرزندوں فصیح الدین صاحب اور نظام الدین صاحب اور اپنے ہمشیرزادہ مصلح الدین صاحب کو ولایت روانہ کیا -

تمدنی اصلاح کے خیال سے آپ نے نظام کلب قایم کیا جہاں عمائدین شہر دن بھر کی دماغی کاوش کے بعد لطف صحبت حاصل کرتے حیدر آباد کے امرا کا دستور تھا اور اب بھی ہے کہ صبح کے آٹھ بجے کے بعد بیدار ہوکر ۹ - ۱۰ بجے تک صبح کا ناشتہ کرتے ہیں - ۲ - ۳ بجے دن کا کھانا اور ۱۰ - ۱۱ بجے شب کا کھانا کھاتے ہیں - ایک زمانہ میں جبکہ ہیضہ کا زور رہا نواب رفعت یار جنگ بہادر مرحوم نے یہہ دیکھ کر خورد ونوش کی بے احتیاطی وباء کا باعث ہے - لوگوں کے گھروں پر جا جا کر انہیں پابندی اوقات وصفائی ملحوظ رکھنے کا مشورہ دیا - یہہ دیکھ کر کہ زمانہ کا رنگ بدل رہا ہے اور نوجوان طبع اس سے متاثر ہو رہے ہیں آپ نے اس خیال سے اندھا دھند تقلید پر آمادہ نہ ہوں مغربی طرز تمدن اس حد تک اختیار کیا جو حفظان صحت وحسن معاشرت کے لحاظ سے قابل قبول تھا - بہرحال ہر مناسب طریقہ سے قوم کی رہنمائی کرتے رہے اور اسلامی خدمات کے ساتھ صحیح عمل سے ترقی کا راستہ اختیار کرکے نیکی ترغیب دلانا آپ کا نصب العین رہا اسی لحاظ سے اس زمانہ کے ایک مشہور شاعر مولوی عبد العلی والا نے انکی نسبت

یہ کہا ہے۔

رباعی

اے ذات تو مقبول خداوند احد — اے حامیٔ اسلام مسمّٰی احمد
آمد ز نوازشِ تو رفعت جنگ — با کفر بجنگیم تو فرمائی مدد

ہم نے خاندانی حالات بالتفصیل اس وجہ سے بیان کیے کہ جس فضا میں نواب نظامت جنگ بہادر کی پرورش و پرداخت ہوئی اس کا بخوبی اظہار ہو جائے جہاں کہ روزمرہ خیالات یہ ہوں جہاں ہر فرد خاندانی ایسے تقریریں سننے اور ایسے حالات دیکھنے کا عادی ہو وہاں کی روشن زندگی کیا ہوگی۔ اور ایسی فضا میں پرورش پانے والے بچوں کی افتادِ طبع کیا ہوگی۔ جذبات جو تخم کی مثل ان طبیعتوں کے اندر چھپے ہوئے ہوں وہ کس طرح ابھریں گے اور ان کی نشو و نما کس طور پر ہوگی ان امور کا قیاس بآسانی کیا جا سکتا ہے اور جبکہ طبیعت اصلی رجحان تعلیم و تربیت سے قوت پاکر اپنے لیے زندگی کا راستہ بتاتی جائیگی تو وہ کن امور کو ترک کرتا جائیگا اور کس طرح اپنی قوتوں کو محفوظ رکھیگا۔

میرا یقین ہے کہ جو حالت نواب نظامت جنگ بہادر کی ہم دیکھ رہے ہیں ابتداء سے ان کا اندازہ طبیعت یہی رہا ہے وہ ایک حد تک موروثی بھی ہے اور ان کے روشن خیال والد محترم کی صحبت نے اس میں سونے پر سہاگہ کا کام دیا اس کے بعد انھوں نے جو کچھ از خود حاصل کیا اور علم کے

ساتھ ساتھ عمل میں داخل کرنے گئے یہ بھی اسی رجحان کی بدولت ہوا۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم کی اولاد میں (۶) اولاد ذریتیہ اور (۳) اولاد اناث تھے۔ فرزند اکبر مولوی ضیاء الحق فصیح الدین احمد صاحب جو اپنی قابلیت اخلاق۔ وضعداری حسن انتظام کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اور سرکار عالی کی (۳۰) سال ملازمت کے بعد نظامت عطیات کی ملازمت پر فائز ہوکر وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ خاندانی اعزاز ذاتی اوصاف کے بناء پر سرکار نے ان کے والد مرحوم کے خطاب سے انہیں سرفراز فرمایا۔

مولوی ابو العلیٰ نواب نظامت جنگ بہادر دوسرے صاحبزادے ہیں اور ان سے چھوٹے اور (۴) حضرات ہیں نواب رفعت یار جنگ اول کا ۱۳۱۵ھ میں انتقال ہوا۔ نواب عزیز جنگ مرحوم کی کتاب میں مصرعہ تاریخ حسب ذیل ہے:

چل دیئے دنیا سے باعزاز رفعت یار جنگ

۱۳۱۵ھ

طفولیت و تعلیم

۵

عالم علوی بود جلوہ گہ مرغ ما ٭ آب و خور او بود گلشن باغ جناں

(حافظ)

مولوی ابو العلیٰ نظام الدین احمد نظامت جنگ بہادر غرہ صفر ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۱ر خورداد ۱۲۸۰ف مطابق ۲۲ر اپریل ۱۸۷۱ء کو بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے۔ اس وقت چونکہ تعلیم سے زیادہ تربیت پر جو شریف خصائل کے نشو و نما کا باعث ہوئی ہے توجہ کی جاتی تھی نواب صاحب موصوف کی تربیت خود ان کے والد ماجد نے فرمائی۔ اور خاص توجہ سے اساتذہ کا انتخاب کرکے ابتدائی تعلیم خانگی طور پر دلائی ان کے خاندان میں علم کا مدت سے چرچا تھا اور اخلاق کی درستی ہمیشہ پیش نظر رہتی تھی۔ بچوں کی اخلاقی حالت ابتدا ہی سے ان اثرات سے محفوظ رہی جو شہری زندگی میں پائے جاتے تھے آپ کو چار پانچ سال تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہکر ان کی باتوں کا اثر اپنی طبیعت میں جذب کرنے کا موقع ملا جو کتابی تعلیم سے زیادہ مؤثر ہوئی۔ ایک نمایاں خصوصیت جو آپ کی طبیعت میں پائی جاتی ہے بڑی حد تک اسی صحبت کا نتیجہ ہے یعنی خود

ہر چیز پر غور کر کے صحیح رائے قائم کرنیکی کوشش بلا لحاظ اس امر کے کہ اور لوگ ان سے اتفاق کریں یا نہ کریں۔ خودداری و متانت اور عام لوگوں کے طرزِ عمل سے اجتناب اپنے ذاتی اغراض و خواہشات کو غیروں پر ظاہر کر کے امداد چاہنے سے احتراز، قناعت و اطمینانِ قلب جو ظاہری اسباب آسودگی سے مستغنی ہیں۔

اس زمانہ میں حیدرآباد میں قدیم طرز کے استاد عربی و فارسی کے لیے مل سکتے تھے لیکن ایسے استادوں کا ملنا دشوار تھا جو جدید طرز پر اردو فارسی کی تعلیم دے سکیں رفعت یار جنگ اولی کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ جس زبان کی تعلیم ہو اس کا معلم اہل زبان سے ہو۔ آغا مرزا جواد شیرازی فارسی اور شیخ عبداللہ عربی کے استاد مدرسہ اعزہ میں مقرر کیے گئے تھے اور اپنے بچوں کو انگریزی کی تعلیم مکان پر دینے کے لیے بنگلور سے ایک انگریز کو لایا گیا تھا۔ اپنے فرزندوں کی تعلیم فارسی ابتداءً مولوی محمد واصل صاحب سے متعلق کی گئی۔ ان کی ماموری کا لطیفہ قابل ذکر ہے ایک روز نواب رفعت یار جنگ اولی مرحوم اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس مجلس میں ایک صاحب ڈھیلا پاجامہ انگرکھا پہنے ہوئے اور بڑا سا عمامہ باندھے ہوئے چلے آئے اور سلام علیک کر کے بیٹھے۔ ان سے وہاں آنیکی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں سوداگر ہوں جب دریافت کیا گیا کہ کس چیز کی

سوداگری کرتے ہیں اور سامان کہاں ہے تو دل پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے
سامان اسمیں بھرا ہے۔ میں ادب قواعد۔ فلسفہ۔ منطق۔ ریاضی پڑھا
ہوا سکھاتا ہوں بشرطیکہ کوئی خریدار اس کا اہل ہو۔ نواب صاحب
کو یہ طرز ادا بہت پسند آیا اور اس وقت سے مولانا کو اپنے گھر میں رکھکر اپنی
اولاد کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ اپنے فرزندوں کی تعلیم میں اور چند لڑکوں کو
بھی شریک فرمایا۔ ان کے اولیا نواب صاحب مرحوم کے متوسلین تھے ان لوگوں
میں سے ایک مولوی وحید الدین صاحب (نواب وحید جنگ بہادر) بھی تھے
جو میٹرک کے درجہ تک نواب صاحب کے فرزندوں کے ساتھ تعلیم پاتے رہے۔
مولوی محمد واصل صاحب معمولی شخص نہ تھے اگرچہ انکی علمیت بہت
گہری نہ تھی لیکن معلومات بہت وسیع تھے ان کی طبیعت فطرتاً تعلیم و تعلم
کے لیے موزوں تھی۔ بلحاظ قوی جسمانی انکا رعب ہر شاگرد کے دل پر تھا
اور ان کے غصہ کی نظر کافی اثر رکھتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی انکا طرز عمل
نہایت سنجیدہ و ملائم تھا اور ان میں یہ خاص مادہ تھا کہ شاگردوں کے
دلوں پر اپنی ہمدردی سے ایک غیر معمولی اثر ڈال سکتے تھے چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا
تھا کہ اگرچہ شاگرد ان سے خوف کرتے تھے تاہم ان کو اپنا دوست و خیر خواہ
سمجھتے تھے۔ جب کبھی مولوی صاحب اپنے وطن جاتے تھے تو واپسی کے وقت
شاگردوں کے لیے اقسام کے تحائف لے آتے تھے جو عموماً کام کی چیزیں

یہ ہوتی تھیں۔ لیکن ایسی کہ بچوں کو نادر معلوم ہوتی تھیں اس سے ان کے معلومات
میں ایک حد تک اضافہ ہوتا تھا اور ان کو ایسے تحائف ملنے سے خوشی بھی
ہوتی تھی یہ طریقہ مولوی صاحب نے حسب منشاء نواب صاحب مرحوم
اختیار کیا تھا تاکہ شاگردوں کو استاد سے انسیت اور پڑھنے کی رغبت ہو
شاگرد استاد کو اپنا شفیق دوست سمجھیں شاگردوں کے ساتھ مولوی صاحب
کبھی کوئی ایسی سختی نہیں کرتے تھے جو ان کی طبیعت کو برگشتہ کرے اور نہ اس طرح
کی سزا دیتے تھے جس کو اکثر جائز بلکہ ضروری تصور کرتے ہیں۔ ان کے اس
خوشگوار طریقہ تعلیم سے فائدہ اٹھا کر نظام الدین احمد صاحب نے بہت جلد ہی
کی تقریباً بارہ سال کی عمر میں فارسی نگار دانش تک پڑھ لی اور اردو میں شاہنامہ پڑھنے
اور یاد کرنے کا شوق ہو گیا۔ ساتویں سال انگریزی تعلیم کا آغاز کرایا گیا۔ ایک دوسرے
شمالی ہند کے باشندے مولوی محمد صاحب حسین اور ان کے بعد مولوی محمد صاحب
جو بعد میں مددگار صدر محاسب ہوئے اس کام کے لیے مامور کیے گئے انگریزی میں
بھی جلد ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ نویں سال کے شروع ہی میں سکنڈ رائل ریڈر
پڑھنے لگے اگرچہ علالت کی وجہ سے پڑھائی میں خلل ہوتا رہا۔ تاہم دسویں سال
جب مدرسہ اعزہ میں داخل ہوئے تو مسٹر نوبل کی جماعت میں شریک
کیے گئے جس میں تھرڈ رائل ریڈر پڑھائی جاتی تھی اس کلاس میں
اول رہا کرتا تھا ایک سال بعد فورتھ ریڈر شروع ہوئی اس کے ایک

کے کلاس میں ترقی پائی جو سب سے اوپر کا کلاس تھا مسٹر ہیٹ صدر مدرس مدرسۂ اعزہ کی تعلیم ایسی نتیجہ خیز ثابت ہوئی کہ تین سال کی ہی تعلیم کے بعد مدراس یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں ۱۸۹۴ء میں شریک ہوسکے خوش قسمتی سے اس وقت مڈل کا رواج نہ تھا جس کی وجہ سے اکثر لڑکے زمانہ طفلی میں میٹرک تک نہیں پہونچ سکتے۔ اس زمانہ میں حافظہ بہت قوی تھا۔ انگریزی نظمیں جو میٹرک کے لیے مقرر کی گئی تھیں اکثر زبانی یاد تھیں۔ گولڈ اسمتھ کی مشہور نظم ٹراولر کے کئی سو اشعار از بر تھے مدرسۂ اعزہ کی پڑھائی نے اس مذاق کے بناء کو مستحکم کیا جو اب تک قائم ہے اور اسی زمانہ میں فارسی کا بھی شوق ہوا اور جامی اور حافظ کے کئی اشعار جو اس وقت پڑھے تھے اب تک یاد ہیں۔

نواب نظامت جنگ بہادر کا ذاتی خیال ہے کہ جو کچھ انھوں نے حاصل کیا مدرسۂ اعزہ ہی میں حاصل کیا اس سے قبل اگرچہ چند ماہ تک بوجہ قربت آل سینٹس انسٹیٹیوشن میں پڑھائی ہوئی لیکن وہاں شاید ذہنی ہی لے توجھی کی وجہ سے کچھ نہ سیکھا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ مدرسۂ اعزہ میں داخل ہوتے ہی یہ معلوم ہوا کہ میں کچھ سیکھ رہا ہوں مسٹر نویل اور مسٹر ہیٹ دونوں کے طرز تعلیم نے پڑھائی اس قدر آسان و دلچسپ بنا دی کہ امتحان میں کامیاب نہ ہونا مشکل تھا انگلش رائل ریڈر کے قصے اور اس کی نظمیں بھی اس قدر دلچسپ

معلوم ہونے لگیں کہ ان کے پڑھنے سے وہی فائدہ ہوا جو سفر یورپ سے ایک نئی دنیا کا دروازہ گویا انھوں نے کھول دیا اسی دلچسپی کی وجہ سے امتحان میں بآسانی کامیابی ہوتی رہی۔ اگر میری عمر سے وہ زمانہ خارج کر دیا جائے جو مسٹر ٹیٹ کے پڑھائی کا زمانہ تھا تو کوئی پڑھائی باقی نہیں رہتی اور بعد میں جو کچھ میں نے حاصل کیا قریب قریب ناممکن ہو جاتا میرا یہ خیال کوئی مبالغہ نہیں ہے۔

نواب نظامت جنگ بہادر کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ ایک وقت کے مطالعہ کے بعد انگریزی نظمیں یاد رکھ سکتے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں تقسیم انعام کے موقع پر نواب سالار جنگ اولی نے اس خورد سال طالب علم کے حافظہ۔ خوش بیانی اور طرز ادا کو پسند فرما کر انگریزی الف لیلیٰ کی ایک جلد بطور انعام عطا فرمائی۔ ۱۸۸۵ء میں ڈاکٹر رگھوناتھ کے مکان پر نظام الدین احمد صاحب ریاضی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانے لگے ڈاکٹر صاحب خود تو مکان میں کم رہتے لیکن طلبا یعنے اپنے بھتیجوں وغیرہ کو کچھ سوالات دیکر چلے جاتے تھے جو ان کی واپسی تک باہمدادِ یکدیگر حل کر لیے جاتے تھے۔ جب کبھی ڈاکٹر صاحب امتحان لیتے تو نظام الدین احمد صاحب پاس ہو جاتے۔ علم مثلث (ٹرگنامیٹری) کی اس طرح تعلیم ہوئی جس سے کیمبرج کے زمانہ میں بہت مدد ملی ٹرگنامیٹری

اور بہت کچھ ریاضی ڈاکٹر صاحب سے پڑھی تھی جس کا اب
خیال بھی باقی نہیں ہے۔ اسی زمانہ میں مس سروجنی سے جو اب مسز نائیڈو ہیں
ملاقات ہوئی وہ اس وقت بہت کم عمر تھیں اور اکثر اس جگہ بیٹھا کرتی تھیں
جہاں نظام الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے بھتیجے تعلیم پاتے تھے۔
مسٹر گلوریا انگریزی کی تعلیم گھر پر آکر دیا کرتے تھے ان کی پڑھائی
بھی نہایت مفید ثابت ہوئی۔ گولڈ اسمتھ اسکاٹ اور ٹینیسن کی نظمیں
ان کے ساتھ پڑھیں اسکاٹ سے نظام الدین احمد صاحب کو خاص دلچسپی پیدا
ہوئی جو اب تک باقی ہے اور جس کا اب تک خاص اثر طبیعت پر رہا ہے
نثر میں سوئفٹ (گلیورز ٹرولز کا مشہور قصہ پڑھا) اور مدرسہ عالیہ
میں ایسے طلباء کے لیے جو انگلستان جا کر تعلیم پانا چاہیں ایک خاص جماعت
نواب رفعت یار جنگ اول اور نواب عماد الملک کی کوشش سے قائم
ہوئی اس میں نو لڑکے شریک کیے گئے (ڈاکٹر شریم خاں مرحوم جو بعد
میں خدیو جنگ کے خطاب سے سرفراز ہوئے مصلح الدین صاحب مرحوم
جنھیں حاکم الدولہ کا خطاب عطا فرمایا گیا۔۔۔۔۔۔ فصیح الدین احمد جنھیں بعد
میں ان کے والد مرحوم کا خطاب رفعت یار جنگ مرحمت فرمایا گیا ڈاکٹر
احمد مرزا اور مولوی نظام الدین احمد صاحب لیکن کچھ عرصہ تک تعلیم پانے
کے بعد یہ علیل ہو گئے جس کی وجہ نصاب کی تکمیل نہ ہو سکی خصوصاً زبان لاطینی

کی بناء پر مسٹر ہاڈسن کی یہ رائے ہوئی کہ ابھی انھیں یورپ بھیجا جائے اس لیے کچھ عرصہ تک مکان پر تعلیم پانے کے بعد ۱۸۹۸ء میں بغرض تعلیم پونہ روانہ کیے گئے۔ مرزا احمد بیگ صاحب جو ایک معزز باشندے وہاں کے تھے اور ہز رائیل ہائینس ڈیوک آف کناٹ کمانڈر انچیف کے پاس اردو سنانے کے لیے مامور تھے ان کی مہربانی سے قیام کا انتظام ہوا ایک چھوٹا سا بنگلہ لیا گیا اور استاد مقرر کیے گئے ریاضی کے لیے ایک استاد اور انگریزی کے لیے ایک۔ استاد ریاضی تو خیر جیسی کچھ سیکھی مگر انگریزی کے استاد مسٹر رام کرشنا آیر بی۔ اے سے روزانہ جو گفتگو ورڈس ورتھ شیلی اور کیٹس کی شاعری کے نسبت ہوا کرتی تھی اور ان کی جو نظمیں پڑھی جاتی تھیں اس کا گہرا نقش دل پر ہوا جس کا اثر اب تک ہے نظام الدین احمد صاحب فرماتے تھے اس کمرہ اور اس میز کی تصویر میرے آنکھوں میں ہے جہاں ہم بیٹھے اور باتیں کرتے تھے اس استاد سے انہیں خاص محبت تھی اور ان کو اپنے شاگرد سے چنانچہ نظام الدین احمد صاحب کے ولایت جانے سے پہلے وہ پونہ سے آکر ان سے ملے اور انہیں کے مکان پر مقیم ہوئے پھر ولایت جاتے وقت بمبئی جا کر ملے ولایت کے زمانہ قیام میں ان سے نظام الدین احمد صاحب سے برابر مراسلت ہوتی رہی اسکے بعد تقریباً ۲۹ سال تک ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا تقریباً دو سال قبل ایک وہ اردھید رآباد ہوئے اور نواب صاحب سے ملے اسکے بعد سے باوجود

انھوں نے نواب صاحب کے اصرار پر ملنے کا وعدہ کیا لیکن موقع نہیں ہوا
پونہ کے قیام کے زمانہ میں نظام الدین احمد صاحب تقریباً بی۔ اے کے نصاب
تک معلومات حاصل کر لیے اسی زمانہ میں مرزا احمد بیگ صاحب نے
قاضی شہاب الدین شایق دیوان بڑودہ اور مرزا عباس علی بیگ صاحب
سے نظام الدین احمد صاحب کا تعارف کرایا۔ رفیع الدین احمد صاحب سے بھی اسی زمانہ
میں ملاقات ہوئی اور بعد میں لندن میں بھی اکثر ہوتی رہی۔ مرزا احمد بیگ
صاحب ۱۸۹۱ء میں حیدرآباد آ کر نواب سر آسمانجاہ مرحوم کے اسسٹنٹ
میں مقرر ہوئے اور بعد ازاں مددگار ناظم آبکاری ہوئے حیدرآباد ہی میں
۱۹۱۰ء کا انتقال ہوا۔ بعد میں سر عباس علی بیگ انڈیا کونسل کے رکن ہوئے
اور سر رفیع الدین احمد گورنر بمبئی کے کونسل کے ممبر ہوئے۔

۱۸۸۷ء میں نظام الدین احمد صاحب کے لیے سرکاری
اسکالرشپ بحساب سو پونڈ فی سال عطا ہونے پر لفٹننٹ کرنل
لڈلو کے ہمراہی میں جہاز ستلج پر براہ مارسیلز کیلے ڈوور روانہ
انگلستان ہوئے اور کوین وکٹوریہ کے پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع
پر لندن پہونچکر چیرنگ کراس ہوٹل میں قیام کیا۔ جہاز ستلج پر ہز رائل
ہنس دی ڈیوک آف کناٹ اپنی والدہ ملکہ معظمہ کوین وکٹوریہ کے
جوبلی میں شریک ہونیکی غرض سے جا رہے تھے نواب صاحب فرماتے تھے کہ

اکثر صبح واک پر جاتے وقت سلام کرنے کا موقع ہوتا تھا تو وہ ایسی خوش خلقی کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ جس سے مجھے بے حد مسرت ہوتی تھی اور میرے دل میں اُس وقت سے یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ انگلستان کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کا برتاؤ ہر ایک کے ساتھ خصوصاً ہندوستانیوں کے ساتھ اخلاق اور مروت کا ہوتا ہے۔ اور اُن انگریزوں کے برتاؤ سے بالکل مختلف ہے جن کو اِس ملک میں سرکاری عہدوں پر عرصہ تک رہنے کی وجہ سے ناگزیر یہ عادت ہو جاتی ہے کہ اپنے برتاؤ میں اپنی حکومت اور دوسروں کی محکومیت کا اظہار کریں۔ اسی زمانہ میں نواب سر آسمانجاہ مرحوم بہ حیثیت دیوان ریاست حیدرآباد جوبلی میں شریک ہونیکی غرض سے لندن پہونچے تھے نواب ظفر جنگ شمس الملک مرحوم اور سر دار عبد الحق و لیرالملک مرحوم بھی وہاں موجود تھے ان سب سے ملاقات ہوئی نواب سر آسمانجاہ مرحوم کی پارٹیوں میں حیدرآباد کے دوسرے طلبار کے ساتھ نظام الدین احمد صاحب بھی شریک ہوتے رہے ایک موقع پر سب طلبار مقیم انگلستان کی جانب سے انھوں نے یہ عرض کیا کہ سرکار کی نظر عنایت اور توجہ سے سب طلبار کو قوی امید ہے کہ جب وہ لوگ تعلیم پا کر حیدرآباد جائیں تو ان کی سرپرستی فرما کر اس امر کا موقع عطا فرمایا جائیگا کہ ملک کی خدمت ادا کر سکیں نواب صاحب معزز نے ان کا

وعدہ فرمایا۔

اواخر جون ۱۸۸۷ء میں جب نظام الدین احمد صاحب کیمبرج پہونچے تو تعطیل گرما کا زمانہ تھا اپنے بھائی فصیح الدین احمد صاحب (نواب رفعت یار جنگ ثانی) اور مصلح الدین محمد صاحب (حاکم الدولہ) کے ساتھ ٹرنٹی ہال میں قیام رہا اور شروع ہی سے کالج کی زندگی کا تجربہ حاصل کیا۔ اور اسی زمانہ میں سر ہنری بین مشہور مصنف کا انتقال ہوا جو اس کالج کے ماسٹر تھے۔ ایام تعطیل میں کسی استاد کا ملنا جو خانگی طور پر لاطینی زبان کی تعلیم دے سکتا کسی قدر دشوار تھا لیکن خوش قسمتی سے اس کا انتظام جلد ہو گیا۔ ایک شخص مسٹر ہاروِن جو اسی کالج کے قریب رہتے تھے حسن اتفاق سے تعطیل کے زمانہ میں کیمبرج ہی میں مقیم تھے ان سے لاطینی پڑھنا شروع ہوا۔ اگرچہ ابتدا سے لاطینی زبان سیکھنی پڑی تاہم ابتدائی مراتب بہت جلد طے کر لیے گئے اور قواعد کے ساتھ ساتھ وہ کتابیں شروع کر دی گئیں جو یونیورسٹی کے امتحان پریویس جون ۱۸۸۸ء کے لیے مقرر کی گئی تھیں چونکہ مصمم ارادہ کے ساتھ کسی قدر ذوق بھی شریک تھا بہت جلد ترقی کی اور تقریباً چھے ماہ میں مقررہ کتابوں کو ختم کر لیا حتیٰ کہ لاطینی کی نظم ہوریس کے ایسے حصے جو یاد رکھنے کے قابل تھے ازبر ہو گئے اور ٹرنٹی کالج کے داخلہ کے امتحان میں مارچ ۱۸۸۸ء میں جو سوالات آئے ان کے جوابات بلا دقت ادا کیے گئے اس

امتحان میں پاس ہونے کے بعد استاد نے کہا کہ اب یونیورسٹی کے امتحان میں پاس ہونا کچھ مشکل نہیں یہ پیشنگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء میں پریولیس کے دو حصے اور ایڈیشنل سبجکٹ فار آنرز میں ایک ہی وقت شریک ہوکر بہ ویلہ اول کامیابی حاصل کی اور ظرفہ یہ ہوا کہ لاطینی زبان میں خلاف توقع درجہ دوم میں کامیاب ہوئے حالانکہ درجہ سوم کی کامیابی کو بھی استاد کافی خیال کرتے تھے کیونکہ ایک نئی زبان سیکھنے میں جو مدت صرف ہوئی تھی وہ بہت کم تھی اسی پریولیس امتحان میں اس سال انگریزی لٹریچر بھی شریک کیا گیا تھا۔ شکسپیر اور مکالیہ اسپنسر۔ اگرچہ انگریزی کسی استاد سے مدد لینے کی ضرورت نہ تھی تاہم بنظر احتیاط مناسب سمجھا گیا کہ کسی سے مدد لی جائے بہت کچھ تلاش کے بعد ایک استاد ملے اس زمانہ میں یونیورسٹی میں انگریزی ادب کا چرچا نہ تھا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس میں تعلیم دے سکتے تھے مسٹر لیوین کا کسی نے نام بتا دیا کہ وہ انگریزی ادب کی تعلیم دیتے ہیں نظام الدین احمد صاحب ان سے ملے تو دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ دونوں آنکھوں کے اندھے ہیں انہیں خیال ہوا کہ پڑھانے میں انہیں ضرور دشواری ہوگی بلکہ ان کو پڑھانے کی تکلیف دینا بھی نظام الدین صاحب کو پسند نہ آیا تاہم جن صاحب نے ان سے تعارف کرا دیا تھا ان کی رائے سے اختلاف کرنا نامناسب سمجھ کر آمادہ ہوگئے اور یہ خیال ہوا کہ مسٹر لیون سے ملنے اور گفتگو کرنے کے بعد ان سے

نہ پڑھنا ان کو یہ یقین دلاتا کہ ان کی عدم بصارت کی وجہ سے انہیں ناقابل کار متصور کیا گیا تجربہ سے معلوم ہوا کہ گو ان کی آنکھوں میں روشنی نہ تھی لیکن دماغ میں غیر معمولی روشنی بھری ہوئی تھی آن سے پڑھنا اور علمی گفتگو کرنا اور ان کے معلومات سے مستفید ہونا ایک خاص لطف رکھتا تھا۔ کبھی وہ مضمحل نظر نہ آئے ہمیشہ خوش مزاجی سے گفتگو کیا کرتے تھے اور ان کے چہرہ پر ہر آن تبسم رہتا تھا اور ان کی بینائی میں بظاہر کوئی نقص نہیں معلوم ہوتا تھا ایسے شخص کی صحبت بجائے خود ایک تعلیم تھی اور وہ بھی اعلیٰ درجہ کی پر یویس میں کامیاب ہوتے ہی لاٹرائیپاس کے لیے پڑھنا شروع کیا گیا ہر مضمون کے لکچر میں شرکت کی گئی رومن لا میں ڈاکٹر بانڈ لکچر دیتے تھے۔ انٹرنیشنل لا میں ڈاکٹر لارنس اور جیورس پروڈینس میں ڈاکٹر کینی۔ ہر ایک اپنے مضمون میں ماہر سمجھے جاتے تھے نواب صاحب فرماتے تھے کہ حقیقت میں ان کے لکچر سننے سے عجیب لطف حاصل ہوتا تھا طرز بیان شگفتگی پیدا کر دیتا تھا اور سننے والے کا دماغ ہر چیز کو بآسانی اور خوشی کے ساتھ قبول کر لیتا تھا۔

لارڈ نارتھ بروک جو ہندوستان کے وائسرائے رہ چکے تھے انھوں نے لندن میں ہندوستان کے لوگوں کے لیے ایک کلب قایم کیا تھا جو لندن کے ایک مشہور محلہ ویسٹ اتال گارڈن میں واقع تھا لندن پہونچتے ہی نظام الدین احمد صاحب

اس کلب میں شریک ہو گئے اور ۱۸۹۰ء میں جبکہ ہز رائل ہائنس پرنس البرٹ وکٹر ہندوستان آنے والے تھے کلب کی طرف سے ان کو لنچ دیا گیا تھا نواب صاحب اس موقع پر موجود تھے یہ کلب چند سال تک قایم رہنے کے بعد ٹوٹ گیا کیوں کہ آمدنی اخراجات کے لیے کافی نہ تھی کیمبرج میں ہندوستانی طلباء کی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی گو دو ایک سال کے بعد ۲۶ تک پہونچی حیدرآباد کے طلباء کی تعداد چھے تھی۔ فصیح الدین احمد صاحب مصلح الدین صاحب۔ ابو رضا صاحب محمد احمد صاحب محی الدین علیخاں صاحب اور خود نظام الدین احمد صاحب ان کے علاوہ نظام الدین احمد صاحب سے جنکی ملاقات زیادہ رہتی اور گہرے تعلقات تھے وہ صرف دو حضرات تھے نواب زادہ نصراللہ خاں مرحوم برادر زادہ نواب صاحب چھتاری اور کمار سری رنجیت سنگھ جی خلف جام صاحب مہاراجہ نونگران دونوں سے نظام الدین احمد صاحب کا برادرانہ اتحاد تھا نصراللہ خاں صاحب تو کیمبرج سے جلد چلے گئے لیکن رنجیت سنگھ سے ۱۸۸۹ء سے لیکر ۱۸۹۱ء کی جون تک جب تک نظام الدین احمد صاحب نے بی۔اے کی ڈگری لی روزانہ ملاقات ہوتی رہی۔ شام کو اکثر ان کے کمرہ میں جہاں دوست احباب جمع ہوتے تھے اور کرکٹ کے سوا جس کا رنجیت سنگھ کو غیر معمولی شوق تھا لٹریچر کی بھی باتیں ہوا کرتی تھیں اور کبھی شکسپیر کے ڈراما کا کوئی حصہ ایکٹ کیا جاتا تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزی لٹریچر کی طرف مایل

یونیورسٹی میں کم لوگ ایسے نظر آتے تھے جن کو اس مضمون سے خاص دلچسپی ہوتی تھی تاہم کالج کے دوستوں میں سے تین شخص نظام الدین احمد صاحب کو ایسے ملے جنھیں انکی باتیں سن سن کر خاص دلچسپی پیدا ہوگئی کچھ عرصہ کے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ ایک سوسائٹی قایم کی جائے جسمیں کوئن الزبتھ کے زمانہ کے ڈراماؤں میں سے انتخاب کر کے مشہور پلینز پڑھے جائیں اس پر عمل کیا گیا ہر ہفتہ کسی ایک رکن کے کمرہ میں جمع ہو کر پلے پڑھے جاتا تھا جس کے حصے آپس میں تقسیم کیے جاتے تھے اس کی جب شہرت ہوئی تو ایک دوسرے کالج (سنٹ جان) کے طلباء نے بھی اس کی تقلید کر کے ایک سوسائٹی قائم کی اور نظام الدین احمد صاحب کو بھی اس کا اعزازی رکن بنایا گو اور کوئی غیر کالج کا شخص اس میں نہیں لیا گیا تھا۔

نارتھ بروک کلب ٹوٹنے کے بعد ۱۸۹۱ء میں نظام الدین احمد صاحب انٹرنیشنل کلب میں شریک ہوئے جو ایک عظیم الشان پیمانہ پر قائم ہوا تھا۔

یونیورسٹی میں رہنے تک نظام الدین احمد صاحب نے کسی گیم میں حصہ نہیں لیا جس کا انہیں ابتک افسوس ہے ایک وقت کشتی رانی شروع کی تھی لیکن جو طالب علم طلباء کو سکھانے کے لیے مقرر ہوا تھا اس کا طریقہ پسند آنہ تھا اور نہ وہ کافی دلچسپی ظاہر کرتا تھا اس لیے چند روز ہی بعد اس شغل کو ترک کر دیا کرکٹ فٹ بال سے کبھی ہی سے شوق نہ تھا اس وجہ سے یونیورسٹی کے زمانہ قیام

میں بھی کوئی توجہ اس جانب نہیں کی گئی۔ صرف ایک ورزش ایسی بھی تھی جس سے نظام الدین احمد صاحب کو ہمیشہ سے دلچسپی تھی یعنی گھوڑے کی سواری لیکن کیمبرج میں بغیر صرفہ کثیر اس شوق کا پورا کرنا محال تھا ہر دفعہ کی سواری میں تین گھنٹہ کے لیے ۷½ شلنگ سے بضعف گنی تک رقم صرف کرنی پڑتی تھی تاہم اس شوق کی تکمیل کبھی کبھی ہو جاتی تھی اکثر رنجیت سنگھ کے ساتھ سواری ہوا کرتی تھی کبھی کبھی کسی اور شخص کے ساتھ بھی۔ اسکے علاوہ چونکہ ہندوستان ہی سے بلیرڈ کا شوق تھا اس کو کیمبرج میں بھی جاری رکھا۔

صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک لکچر سننے کے لیے جانا پڑتا تھا اس کے بعد لنچ تک بطور خود قانونی کتب کا مطالعہ ہوتا تھا۔ لنچ کے بعد اکثر چائے کے وقت تک دوسرے کتب دیکھی جاتی تھیں چائے کے بعد پیادہ پا ہوا خوری کے لیے جایا کرتے تھے کالج ہال میں رات کے کھانے پر شریک ہونا لازمی تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تفریح کر کے اپنے کمرہ میں واپس آ کر یا تو مطالعہ کتب کرتے یا باہم مذاق احباب کے ساتھ باتیں ہوتی رہتیں اور پھر آرام فرماتے اکثر شب میں انگریزی ادب کا مطالعہ کرتے کیونکہ وہی وقت اس کے لیے نکالا جا سکتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بستر پر پڑے پڑے کسی ڈرامہ کے مطالعہ میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہو جاتا لیکن یہ صورت شاذ و نادر پیش آتی تھی کیونکہ عموماً موم بتی کی روشنی میں مطالعہ ہوا کرتا تھا جو

...ہو جانے سے پیشتر ہی ختم ہو جاتی تھی۔

باوجودیکہ قانونی کتب کا مطالعہ امتحان کی تیاری کے لیے ضروری تھا اور اس مطالعہ میں تمام دن صرف ہوتا تھا لیکن تعجب ہے کہ اس زمانہ میں لٹریچر کا مطالعہ بھی بڑی حد تک ہوتا رہا وہی تین چار سال جو کیمبرج میں گذرے یہ ادبی تعلیم کا زمانہ متصور کیا جا سکتا ہے۔ اس زمانہ میں ادبی تعلیم کے متعلق کسی سے کوئی مدد نہیں ملی اس وقت انگریزی ادب پر نہ کوئی لیکچر ہوتا تھا اور نہ کوئی منضبط طریقہ تعلیم کا تھا جو کچھ پڑھا کسی منضبط طریقہ سے نہیں پڑھا تاہم جو اثر طبیعت پر پڑا اب تک قایم ہے انگریزی نظم کا مذاق سنہ ۱۸۸... پڑھ آگیا پڑھتے پڑھتے کچھ لکھنے کو بھی جی چاہنے لگا ابتدا میں جو کچھ لکھا اس کو چھپا رکھا پھر سوانح اسی طرح ایک نوٹ بک میں اپنے اشعار درج کرتے رہے اور اس نوٹ بک کو مقفل رکھا تاہم بعض دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ انگریزی میں شعر گوئی کا مذاق ہے لیکن یہ علم یقینی نہیں بلکہ قیاسی تھا کبھی کسی کالج یا یونیورسٹی میگزین میں کوئی نظم شائع نہیں کی نظام الدین احمد صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت جو کچھ لکھا تھا وہ درحقیقت اس قابل نہ تھا کہ شائع کیا جائے میں خود اس کو بہت کم درجہ کی چیز سمجھتا تھا اور محض بطور مشق اس کو جاری رکھا تھا دس بارہ سال تک مشق جاری رکھنے کے

بعد بھی کوئی ایسی چیز نہیں لکھی گئی جس کو میں خود پسند کرنیکے قابل سمجھتا ۱۸۹۰ء سے ۱۹۱۲ء تک بطور مشق سانٹس لکھے گئے جن میں سے کئی ایک مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے تقاضہ پر اور نواب عماد الملک اور مسز نائیڈو کے فرمائشوں پر کامریڈ میں شایع ہوئے اوائل ۱۹۱۴ء میں جو سانٹس لکھے گئے وہ نواب صاحب کی نگاہ میں اس قابل تھے اور دوست احباب کی بھی یہی رائے تھی کہ وہ معمولی ہیں۔ دونوں میں ان کی شہرت ہوئی لیکن پھر بھی ان کو شائع کرنے کا خیال نہیں ہوا۔

جون ۱۸۹۱ء میں نواب صاحب نے لاٹرائیڈ پاس میں کامیاب ہو کر بی۔ اے اور ال ال بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس زمانہ میں ریاست حیدر آباد فرخندہ بنیاد میں یہی پہلے شخص تھے جنہوں نے (۲۱) سال کی عمر میں یہ فضیلت حاصل کی۔

ستمبر ۱۸۹۱ء میں آپ ہندوستان واپس آئے لیکن مولوی مشتاق حسین نواب وقار الملک مرحوم نے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کرنا مناسب ہے جسکی تکمیل پہلے قیام میں نہ ہو سکی تھی اور یہ ترغیب دلائی کہ ستر سو پونڈ وظیفہ دلایا جائیگا اور بعد واپسی (صماں) کی خدمت دیجائیگی اس مشورہ کو نواب صاحب کے والد بزرگوار اور چچا صاحب مرحوم نواب عماد جنگ نے قرین مصلحت خیال کرکے قبول فرمایا اور حسب احکام اجرا ہو

یہ پہلا معاہدہ تھا جو کسی طالب علم سے (صمای) کی خدمت دینے کے متعلق کیا گیا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں نظام الدین احمد صاحب پھر لندن واپس ہوئے جس جہاز (روم) پر وہ سفر کر رہے تھے اس میں ہز ہائنس مہاراجہ گائکواڑ بڑودہ بھی تھے بعض وقت ڈک پر ان سے ملاقات ہوتی تھی نہایت اخلاق سے گفتگو فرماتے تھے اور حیدرآباد کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے مہاراجہ کی ذہانت و فراست اور خصوصاً اس بات کا کہ وہ اپنے آپ کو صرف حکومت کرنے والوں میں نہیں بلکہ کام کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں نواب صاحب کے دل پر خاص اثر پیدا کیا اس سے قبل نظام الدین احمد صاحب کی ملاقات مہاراجہ کے دو اقربا سے نارتھ بروک کلب لندن میں ہو چکی تھی انکے نام سنپت راؤ اور گنپت راؤ تھے ۔

۱۸۹۳ء و ۱۸۹۴ء میں جب کسی موقع پر اپنے دوست سری رنجیت سنگھ جی سے ملنے گئے تو ان کے کمرہ میں ایک کتاب حکمائے یونان کی تاریخ رکھی دیکھی اور اس کو اسی وقت پڑھنا شروع کر دیا اس قدر دلچسپی اس میں پیدا ہو گئی کہ ان حکما اور ان کی حکمت کے ساتھ ایک خاص شغف پیدا ہو گیا۔ نواب صاحب کے دوستوں نے اکثر ان سے یہ سنا ہے کہ ان فلاسفروں کے حالات پڑھ کر ایک خاص اثر میرے دل پر ہوا جو اب تک باقی ہے آجکل کے فلاسفر گویا فلاسفی کے پیغمبر ہیں مضامین لکھنا اور لکچر میں انکا تمام وقت صرف ہوتا ہے لیکن ان کی

طرز زندگی سے یہ ہرگز پتہ نہیں چلتا کہ وہ فلاسفی کو زندگی چلانے کا طریقہ قرار دیتے ہیں۔ یونانی فلاسفر اپنے مضامین و مباحث کے علاوہ اپنے طرز زندگی میں بھی فلاسفر تھے جیسے کہ بعد کے زمانہ کے صوفی ہوتے تھے فلاسفر۔ صوفی۔ فقرا سب کا مطمح نظر ایک ہی ہے ایک ہی جگہ سب پہنچنا چاہتے ہیں گو ان کے راستے مختلف ہوں ان کے لیے ان کا پیشہ یا فن کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ ہے اپنی زندگی کو ایک خاص راستہ پہ چلاتا ہے جس راستہ پہ دنیا کے اور لوگ نہیں چلتے اور نہیں چل سکتے یونانی فلاسفران کے طرز زندگی اور ان کے ان اقوال سے جو ان کی زندگی کا ایک جز تھی۔ مجھے خاص دلچسپی پیدا ہوگئی اور ان کے مختلف طریقوں پر غور کرتے ہوئے جب میں سقراط تک پہنچا تو فوراً میرے دل میں ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور یہ خیال آیا کہ اگر کسی دوسرے ملک (خصوصاً مشرقی ملک) میں یہ شخص پیدا ہوتا تو شاید پیغمبر کی شان میں ہوتا کیوں کہ صداقت اس کی زندگی تھی دل میں جذبات ایسے تھے ایمانی کیفیت کیف پیدا کرتے تھے لیکن یونان میں جہاں علم کا راستہ دماغ نہ کہ دل تھا وہاں ان کو خدا نے فلاسفر کی حیثیت سے دیکھنا پسند کیا ۱۸۹۴ء سے اس وقت تک نہ معلوم کتنے بار میں نے اس شخص کی زندگی اور موت کے حصہ کو پڑھا اور ہر بار پہلے سے زیادہ ذوق سے سمجھتا ہوں کہ اس کی موت کا واقعہ

دنیا کی تعلیم کے لیے ایک بڑی یادگار ہے اس زمانہ میں میں نے انسانی
زندگی پر غور کرنا شروع کیا اور مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ خارجی واقعات کا
نام زندگی نہیں ہے بلکہ انسان کی زندگی اس کے دل میں مضمر ہے صحیح حالات
اور پاک جذبات کو محفوظ رکھ کر ان پر اپنے عمل کو قایم رکھنا اور اس عمل
سے کسی حالت میں منحرف نہ ہونا نفسانی خواہشات سے مغلوب نہ ہونا ہر حالت
میں صبر و قناعت کے ساتھ راہ راست پر ثابت قدم رہنا ہی انسان کا
اہم ترین فریضہ ہے اور یہی ان کو بلندی پر لیجانے کا ذریعہ ہے نہ کہ دولت
وحکومت۔ اتفاق سے ایک ہی زمانہ میں میں نے سقراط کی زندگی و موت
کا حال اور نپولین کی تاریخی سوانح عمری (جو ایک امریکن پروفیسر کی لکھی ہوئی
تھی) پڑھنا شروع کی دو ہزار تین سو برس قبل ایک مفلس بڈھے فقیر و حکیم نے
باتوں باتوں میں جو کام کیا وہ تو یہ تھا کہ اس سے ایک افلاطون پیدا ہوا
اور علم و فلسفہ کی کئی زندہ نہریں جاری ہوئیں جس کا اثر یورپ کے علم تہذیب
اور اخلاق پر اب تک چلا آتا ہے اور اس کا اس کام کے لیے خوشی سے جان
دیدینا اور بستر پر بیٹھے ہوئے زہر کا پیالہ پی لینے کے بعد روح کی دائمی
زندگی پر استدلال کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جسکے سامنے نپولین کے
حالات کم وقعت رکھتے ہیں اس کا لفٹننٹ کے درجہ سے شہنشاہ کے
درجہ کو پہونچنا اور شاہان یورپ کے عزل و نصب کو ایک معمولی

کام سمجھنا یہ سب تو ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے حکیم کا کام باقی ہے شہنشاہ کا کام معدوم اس سے جو عبرت ہوئی اس نے ایک خاص نتیجہ پیدا کیا میرے دل کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ انسان جس کسی حالت میں ہے اپنا اعلیٰ فریضہ ادا کر سکتا ہے جس کو روح سے تعلق ہے نہ کہ خارجی صورت حکومت یا شان و شوکت سے اس زمانہ کے قریب میں نے روما کے شہنشاہ مارکس آریلیس کے حالات اور اس کی مشہور تصنیف کا مطالعہ کیا یہ شخص لباس اور لوازمات شاہی کے باوجود دل میں حکیم و فقیر تھا اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ دونوں خدمات کی انجام دہی انسان سے ایک ہی وقت میں ممکن ہے اس زمانہ کے کئی سال بعد جب میں نے قرآن مجید کی تعلیم پر غور کرنا شروع کیا تو اس میں فلسفہ کی خالص روح کو عمل کی شکل میں لانے کا ایک عجیب قدرتی طریقہ مجھے نظر آیا۔

سنہ ۱۸۹۲ء میں جبکہ مسٹر دادابھائی نوروزجی ممبر پارلیمنٹ ہوئے تو ان کے انتخاب کی مسرت میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مبارکباد کے خطوط اور تار وصول ہوئے تھے جن کو اس جلسہ میں پیش کرنے اور پڑھنے کے لیے کسی حیدرآبادی صاحب کی ضرورت تھی اس کام کے لیے مسٹر دادابھائی نے نظام الدین احمد صاحب کا

انتخاب کیا تاریخ معترزہ پر وہ خطوط اور تار جلسہ میں پڑھ کر سنائے
گئے۔ نومبر ۱۸۹۵ء میں نظام الدین احمد صاحب نے بیرسٹری
کی سند اور ۱۸۹۶ء میں کیمبرج سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔
۱۸۹۴ء میں لندن کے ایک بیرسٹر ایم مسٹر مٹن سن کے چیمبر میں
شریک ہوئے (جو بعد میں کنگر کونسل معتزز ہوئے) تا کہ عملی کام سے
واقفیت ہو کیوں کہ اس کی ہدایت منجانب سرکار عالی ہوئی تھی
اور یہ قرار پایا تھا کہ اگر وہیں عملی تجربہ حاصل کر لیا جائے تو ہندوستان
واپس آنے کے بعد کسی ہائیکورٹ میں کام سیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی
۱۸۹۶ء میں واپسی سے کچھ عرصہ تک تقرر کا انتظار کرنے کے
بعد یہ مناسب معلوم ہوا کہ مدراس ہائیکورٹ میں انرولڈ ہو کر
پریکٹس کی طرف توجہ کی جائے چنانچہ ختم ۱۸۹۶ء پر بربنا تحریک ارڈلی
نارٹن مدراس ہائیکورٹ میں انرولڈ ہوئے لیکن پریکٹس کا موقع
اس وجہ سے نہیں ملا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد مسٹر مرزجی ہوم سکریٹری
سرکار عالی نے اس پر اصرار کیا کہ حسب قرار داد سرکاری خدمت انجام
دی جائے نظام الدین احمد صاحب نے اس بارہ میں اپنے والد بزرگوار سے
استمزاج کیا تو جناب ممدوح نے جو جواب دیا وہ اس غرض سے درج کیا
جاتا ہے کہ اس سے مرحوم کی روشن خیالی دور اندیشی اور اولوالعزمی کا اظہار ہوتا ہے

ہرمز جی کو اگر نوکری کے لیے اصرار ہو تو البتہ پانچ سال کے لیے انکار
کا موقع نہیں لیکن جیسا کہ ایک معاہدہ کی بناء پر ہم کو پانچ سال کے لیے
مجبوری ہے ویسا ہی اسی معاہدہ کی رو سے ہرمز جی کو دو سال بعد۔
تم کو مجبور کرنے پر مجبوری ہے نہ کہ اس سے قبل اسکے بعد اب ہماری
مصلحت کے خلاف اگر نہ ہو تو ہم اسی وقت سے ملازمت کا سلسلہ
پانچ سال کے لیے شروع کر سکتے ہیں اور ان کی درخواست مان لے سکتے
ہیں لہٰذا تم خود سوچ لو کہ بعد کو پریکٹس کا موقع ملیگا یا نہیں یعنی
جب نوکری کا سلسلہ شروع ہو جائے اس کے بعد شاید طبیعت اس کو
چھوڑ کر پریکٹس کرنا گوارا نہ کرے یا اور کسی قسم کی مجبوری پیش آ رہے
تو اس وقت اس کام کے رہ جانے کا اندیشہ تو ضرور ہے اور جب رہ جائے
تو معمولی حالت سے ایک عہدہ دار بن کر رہنا اور عمر کاٹنا ہوگا۔
فن کو جلا دینے اور اپنے کمال میں ممتاز ہونیکا موقع نہ ملیگا۔ ممکن ہے کہ
میں تسلیم کر لوں کہ پانچ سال میں ہائیکورٹ کے جج ہو جاؤ لیکن جج معمولی
تو بغیر خاص لیاقت کے بھی ہو جایا کرتے ہیں چیف جسٹسی بھی ملجائے
لیکن تجربہ اور نام اور وہ اعتماد مخلوق اور سرکار کا جو ایک تجربہ کار
بیرسٹر کو ہوتا ہے کہاں سے ہوگا ان امور کے بعد اگر تم ایسے مستقل ہو کر
بعد کو چھوڑ دو گے اور اس عرصہ میں اپنا اندوختہ بھی کر لو گے کہ

اپنے خرچہ سے چار سال کے لیے بلا کسی آمدنی کے پریکٹس کر سکو تو مجھے کوئی تامل نہیں۔ ایک شکل یہ مناسب نکل سکتی ہے کہ صدر منصفی پر مامور اور نصف مواجب پر ایک عرصہ کے لیے تم پریکٹس کو چلے جاؤ اور یہاں کوئی منصرم اپنی نصف ماہوار اور اس ماہوار پر منصرمی کرے گو چھ مہینے کے لیے کیوں نہ ہو مگر ایک سال سے کم نہ ہو تو مناسب ہے یہ ممکن ہے اور ایسا ہوا کرتا ہے کہ ایک ملازم کسی کام کے سیکھنے یا اپنے کام میں ترقی یا تجربہ حاصل کرنے کے لیے نصف ماہوار پہ دو سال کے لیے جاتا ہے بس اگر ایسا ہو جائے تو مناسب ہے ۔

ملازمت و حسنِ خدمت

نیک نامی خواہی اے دل با بداں صحبت مدار
خود پسندی جانِ من برہانِ نادانی بود

ولایت سے واپس آنے کے بعد کچھ عرصہ تک آپ کو ملازمت کے لیے انتظار کرنا پڑا۔ اس وقت آپ کے والد بزرگوار کی یہ رائے ہوئی کہ کسی ہائیکورٹ میں انرولڈ ہو کر بیرسٹری کیجائے اس بارہ میں نواب رفعت یار جنگ بہادر نے جب سرکار میں تحریک کی تو بذریعہ مراسلہ نشان (۲۱/۷) مورخہ تیر ۱۳۰۵ ف بیس سو روپیہ مدد وظائف سے دو سال کے لیے جاری کرنے کا حکم ہوا مراسلہ کی نقل بغرض انکشاف واقعات درج ذیل ہے۔

مضمون مراسلہ نشان (۲/۷) مورخہ ۹ تیر ۱۳۰۵ ف

منجانب سید علی حسن منصرم معتمد فینانس۔

بخدمت مہاراج آصف نواز ونت بہادر صدر المہام سرکار عالی

بسلسلہ مراسلہ دفتر ہذا نشان (۱۰۰/۳۰) مورخہ ۱۱ خورداد ۱۳۰۵ ف وصول درخواست نواب رفعت یار جنگ بہادر مشعر اجرائی وظیفہ کار آموزی مثل عاملی وظیفہ

مصلح الدین وا بو رضا صاحب و زین العابدین وغیرہ لنگارش ہے کہ
جس وقت مولوی نظام الدین احمد صاحب سرکاری خرچ سے بیرسٹری
پاس کرنے کے لیے ولایت بھیجے گئے تھے اس وقت یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا
کہ بیرسٹری میں کامیاب ہو کر واپس آنے کے بعد سرکار عالی ان کے ساتھ
یہ بھی رعایت کریگی کہ جو دوسرے بعض کامیاب طلباء بیرسٹری کے واسطے
کی ہے کسی ہائیکورٹ میں کام کرنیکی شرط پر دو سال تک تین سو روپیہ
ماہوار وظیفہ سرکاری دیجائیگی اور اس کے معاوضہ میں سرکار عالی کو یہ حق
ہوگا کہ اس دو سال کی مدت سے چھ مہینے قبل سرکار عالی اپنا ارادہ
نظام الدین احمد کو کوئی خدمت دینے کا ظاہر کرے جسکی تنخواہ (صمای)
حالی سے کم نہ ہوگی تو ان پر لازم ہوگا کہ کم از کم پانچ برس تک وہ سرکاری
خدمات کو بجا لاویں اب مولوی نظام الدین احمد ولایت سے واپس
آچکے ہیں اور بمبئی جانے کے لیے مستعد ہیں لہٰذا تین سو روپیہ حالی
وظیفہ مدّ وظائف سے مولوی نظام الدین صاحب کے نام دو سال
کے لیے جاری کیا جائے ۔

مثنی اطلاعاً جواباً نواب رفعت یار جنگ بہادر کی خدمت میں مرسل ہے۔

شرحہ دستخط

مددگار معتمد

اس بنا پر آپ مدراس ہائیکورٹ میں انرولڈ ہوئے لیکن ہر مزحی صاحب سابق معتمد عدالت و کوتوالی نے بروے معاہدہ قبول خدمت پر اصرار کیا اور انکا تقرر بہ حیثیت صدر منصف (ناظم عدالت) ضلع پربھنی پر ۹ ارادی بہشت ۱۳۰۶ف کو بمشاہرہ (صما) حسب معاہدہ عمل میں آیا اس خدمت کی اصل ماہوار اس قدر نہ تھی لیکن چونکہ معاہدہ کی پابندی ضروری تھی اس لیے خاص طور پر (صما) ماہوار جاری ہوئی اس بارے میں معتمد صاحب عدالت نے یہ احکام جاری کیے کہ تا اجرائی وظیفہ محمد اسحاق صاحب نصف تنخواہ جائداد اور از روے معاہدہ کہ مولوی نظام الدین احمد صاحب کا تقرر پہلی مرتبہ (صما) کی جائداد پر ہوگا ۲ ار تیر ۱۳۰۶ف کو یعنی ابتدائی تقرر کے سات ماہ بعد فوجداری بلدہ کی نظامت اول پر منتقل کیے گئے ڈیڑھ مہینے تک اس خدمت کو انجام دینے پائے تھے کہ ۲۷ر آبان ۱۳۰۶ف کو دوم مددگار عدالت کوتوالی کی خدمت پر مامور فرمائے گئے ۱۸ ار دے ۱۳۰۷ف کو معتمد مجلس عالیہ عدالت بنائے گئے اور ۱۵ ار فروردی ۱۳۰۸ف کو بہ حیثیت منصرم ناظم اول فوجداری بلدہ آپ کی ماموری عمل میں آئی اور حسن کارگزاری کے صلہ میں ۲۵ ار دی بہشت ۱۳۰۸ف آپ مستقل کر دیے گئے۔ اور تنخواہ (لعہ) مقرر کر دی گئی مجلس وضع قوانین میں جس پہ ملک کی آئین سازی کا دار و مدار ہے

ایک اعلیٰ قابلیت کے قانون داں کی ضرورت داعی ہوئی چنانچہ نظر انتخاب نظام الدین احمد صاحب پر پڑی اور ۱۶ر آذر ۱۳۱۱ف کو آپ کا تقرر بحیثیت نائب معتمد مجلس قوانین ہوا ۲ر شہریور ۱۳۱۱ف کو آپ کے قابل تحسین خدمات کے اعتراف میں آپ کو مستقل کر دیا گیا۔ اس وقت نواب عماد جنگ مرحوم معتمد عدالت کوتوالی و امور عامہ تھے جب کبھی وہ رخصت لیتے نظام الدین احمد صاحب ہی معتمدی کے خدمات ان کے غیاب میں انجام دیا کرتے تھے۔ مجلس وضع قوانین میں چار سال ۵ ماہ کام دینے کے بعد آپ مجلس عالیہ کی رکنیت پر ۱۶ر آذر ۱۳۱۷ف کو منصرمانہ مامور فرمائے گئے اور بالآخر ۶ر آذر ۱۳۱۹ف کو اسی جائداد پر مستقل کر دیے گئے اور آذر ۱۳۱۹ف سے امرداد ۱۳۲۰ف تک آپ نے معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی خدمات انجام دیں جس وقت آپ رکنیت مجلس عالیہ پر مامور تھے نیز بزمانہ معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ نواب فریدوں جنگ آنجہانی کے خاص تحریک پر ان کے باہر جانے کے زمانہ میں آپ نے بہ حیثیت نگرانکار معتمد سیاسیات متعدد بار کام انجام دیا۔

معتمدی عدالت کی خدمت پر جب مسٹر حیدری المخاطب نواب حیدر نواز جنگ بہادر کا تقرر بمصالح انتظامی عمل میں آیا تو نواب صاحب کو پھر رکنیت مجلس عالیہ عدالت پر عود کرنا پڑا جہاں ۱۰ر خورداد ۱۳۲۵ف تک آپ

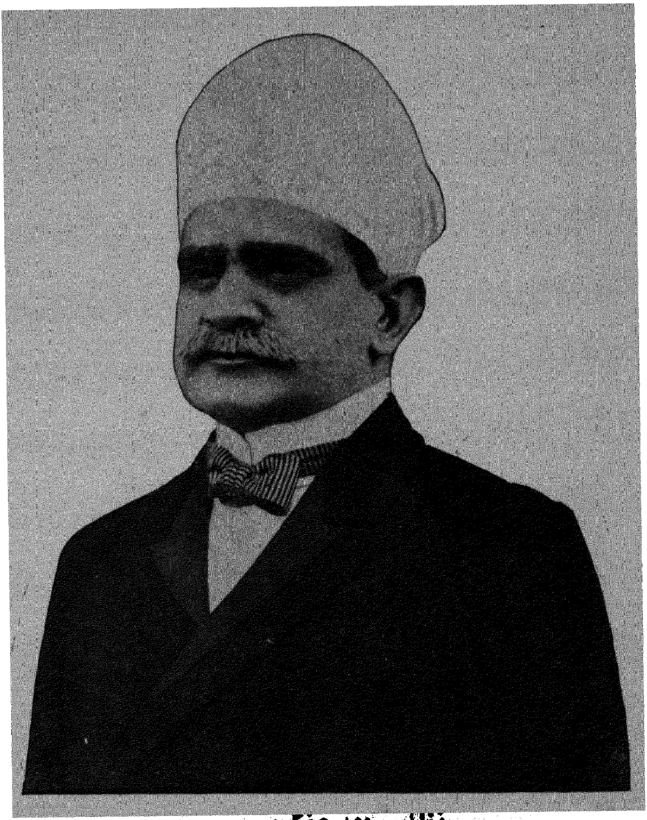

نظامت جنگ

صدر المہام سیاسیات

از سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۲۹ء

میر مجلسی کی ممتاز خدمت پر فائز رہے ۱۳۲۷ھ ف میں آپ معتمد سیاسیات ہوئے اور اس کے دو سال بعد صدر المہام سیاسیات کے ذمہ دارانہ عہدہ پر آپ کا تقرر عمل میں آیا اور اس خدمت سے آپ اپنی خواہش پر ۱۳۴۲ھ میں وظیفۂ حسن خدمت پر سبکدوش ہوگئے۔

اعلیٰحضرت غفران مکان کے چہل سالہ جوبلی کے موقع پر آپ کو **نظامت جنگ** کا خطاب عطا فرمایا گیا۔ سرکار عظمت مدار نے ۱۹۱۸ء میں آپ کو آرڈر آف دی برٹش امپائر او بی ای کا تمغہ مرحمت فرمایا اور ۱۹۲۹ء میں سی۔ آئی۔ ای کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ پانچ میں سرکار عظمت مدار نے آپ کو سر کے خطاب سے مفتخر فرمایا۔

دوران ملازمت میں چند خاص واقعات جو پیش آئے قابل ذکر ہیں جن سے نواب صاحب کے خصائل کا اظہار ہوتا ہے

خصوصیات طبیعت

جس وقت آپ نظامت فوجداری کی خدمت پر مامور تھے ایک غیر معمولی قسم کا مقدمہ آپ کے اجلاس پر پیش ہوا مسٹر لوکانن پر جو اس وقت چیف انجنیر تعمیرات شاخ عام تھے ایک گتہ دار نے مزاحمت بیجا کی نالش اس بنا پر کی کہ ان کے حکم سے وہ دفتر میں جانے سے روکا گیا جہاں اس کو کام کے لیے جانے کا حق تھا یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ دفتر [illegible] احاطہ میں تھا جہاں مسٹر لوکانن کا دفتر تھا تاہم جس دفتر میں اُسے جانا تھا وہ انکا دفتر نہ تھا اور اگر وہ کسی وجہ سے اُسے اپنے دفتر میں آنے سے روک سکتے تھے تو دوسرے دفتر میں جانے سے باز رکھنے کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔ ان واقعات کے لحاظ سے غور طلب مسئلہ یہ تھا کہ کسی عہدہ دار سرکار پر جو اس قسم کا حکم انتظاماً صادر کرے فوجداری نالش ہو سکتی ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے خواہش یہ تھی مقدمہ [illegible] مستغیث کی طرف سے اصرار تھا کہ چلایا جائے کیونکہ وہ فعل جس کی شکایت کی گئی ہے فرائض عہدہ میں داخل نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ ناظم صاحب فوجداری نے اس بارہ میں سرکار انگریزی کی عدالتوں

کے فیصلے ملاحظہ فرمائے تو انہیں اختلاف معلوم ہوا۔ انھوں نے اپنے اختیار تمیزی سے مقدمہ چلانا مناسب سمجھا۔ مسٹر لوکاس۔ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم معتمد تعمیرات کے مقربین میں سے تھے اور مولوی صاحب مرحوم کا نواب وقار الامرا مرحوم کے پاس رسوخ تھا۔ نواب صاحب نے مولوی صاحب مرحوم کے کہنے پر نواب عماد جنگ مرحوم سے اس کا تذکرہ فرمایا اور خواہش یہ معلوم ہوئی کہ مقدمہ نہ چلے۔ نواب عماد جنگ نے نظام الدین احمد صاحب سے نواب وقار الامرا کے خواہش کا اظہار کر کے فرمایا کہ حسب قانون غور و احتیاط کے ساتھ مجسٹریٹ کو عمل کرنا چاہیئے ایسے زبردست اثرات سے بڑے بڑے مرعوب ہو جاتے ہیں لیکن نظام الدین احمد صاحب قطعاً متاثر نہ ہوئے مقدمہ چلنے دیا استغاثہ کی شہادت لی اور فرد قرارداد جرم مرتب کر کے مسٹر لوکاس کو سنا دی۔

گورنمنٹ نے مسٹر آرڈلی نارٹن سے جو گورنمنٹ کے اسٹینڈنگ کونسل یعنی مشیر قانونی تھے رائے لی تو انھوں نے یہ رائے دی کہ ہر عہدہ دار اس کا مجاز ہے کہ جسے چاہے دفتر میں آنے دے اور جسے چاہے نہ آنے دے کوئی شخص کسی دفتر میں داخل ہونے کے حق کا ادعا نہیں کر سکتا۔ یہ گویا ایک طور کی مفروضہ اجازت ہے جسے اجازت دہندہ جب چاہے مسدود کر سکتا ہے۔

اگر یہ مقدمہ سرکار عظمت مدار کے عدالتوں میں دائر ہوتا تو کوئی مجسٹریٹ فرد قرار داد جرم نہ سناتا جس طرح یہاں سنائی گئی۔ کیوں کہ کوئی شہادت ایسی پیش نہیں ہوئی جس کے بناء پر ایسا عمل کیا جاتا لیکن چونکہ عدالتی کارروائی اس نوبت پر پہونچ گئی ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو گورنمنٹ کو اس میں مداخلت کرنا نامناسب ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر عہدہ داران سرکاری کو اس طرح فوجداری مقدمات کی جوابدہی کے لیے حاضر ہونا پڑے تو کس قدر دقتیں پیش آئینگی لیکن پھر بھی عام رجحان یہ ہونا چاہئیے کہ عدالتی کارروائی میں سرکاری مداخلت نہ ہو اگر سرکار اس طرح مداخلت کرے تو رعایا کو کوئی اطمینان باقی نہ رہیگا کہ ان کے معاملات بین دیوانی یا فوجداری مقدمات میں انصاف برتا جائیگا۔ ایسے مداخلت سے عام طور پر یہ خیال پیدا ہوجائیگا کہ گورنمنٹ بطور خود اپنے حقوق کے مدنظر منصف بننا چاہتی ہے اس قسم کا خیال پیدا ہونا مجسٹریٹ اور خود گورنمنٹ پر اعتماد برقرار نہیں رکھ سکتا ایسے امور کی اصلاح خود گورنمنٹ کے اختیار میں ہے کہ وہ سماعت کنندہ کے پاس سے مقدمہ اٹھا سکتی ہے یا حکم نافذ کرسکتی ہے کہ صرف ایسے ہی اشخاص لوگوں کے مابین حقوق کا تصفیہ کرسکتے ہیں جو اس کے اہل ہوں مستغیث نے اس بارہ میں کلکتہ کے مشہور ایڈوکیٹ جنرل وڈورف صاحب سے جو بعد میں سرجان وڈرف

ہوئے رائے لی۔ ان کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ سرکاری دفاتر جہاں
عوام کے تعلقات ہوں ایسے دفاتر میں عامہ خلائق کی آمد و رفت
اس غرض سے ہوتی ہے کہ وہ کاروبار کی انجام دہی اور چارہ جوئی کر سکیں
جس میں اس قسم کے دفاتر کسی عہدہ دار خانگی مقبوضات متصور نہیں
ہو سکتے اور وہ کسی کو اندر آنے سے باز نہیں رکھ سکتے مسٹر وڈ فٹ کی رائے
ناظم کی رائے سے بالکل موافق تھی۔

ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کی یادگار میں جو یتیم خانہ سرینگر میں سرکار عالی
کی امداد و عطیہ سے قائم ہے ابتدا میں اس کے اعزازی معتمد مولوی عزیز مرزا
صاحب مرحوم تھے۔ جب مولوی عزیز مرزا صاحب کا تبادلہ اضلاع پر ہو گیا
اس وقت سے نواب صاحب اس خدمت کو انجام دیتے رہے ہیں۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۱ء کو
نظام الدین احمد صاحب اس خدمت کے باضابطہ ذمہ دار قرار دیے گئے۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں دھلی دربار کے روز آرفینج کا افتتاح قدیم ورکشاپ
کے مکان میں ہوا نواب افتخار الملک مرحوم بہ حیثیت نگرانکار مدار المہام
اور مسٹر ہینگ نگرانکار رزیڈنٹ کی حیثیت سے موجود تھے۔ فراہمی چندہ
و انتظام وغیرہ میں نظام الدین احمد صاحب نے نمایاں حصہ لیا تھا
۱۹۰۵ء میں سر ڈیوڈ بار کی استدعا پر اعلیٰحضرت غفران مکان نے سرینگر میں
یتیم خانہ کی موجودہ عمارت کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع بد بہ

سر ڈیوڈ بار نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ میں اور جملہ ارکین کمیٹی انتظامی بخلوص دل مولوی نظام الدین احمد صاحب کے مشکور ہیں جو اس کمیٹی کے اعزازی معتمد کی حیثیت سے کام کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہے اور جن سے اس وقت تک کی کامیابی کا بیشتر حصہ منسوب کیا جا سکتا ہے۔

حضرت غفران مکان نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ صدر نشین صاحب کو کمیٹی اور معتمد سے جو مدد ملی جس کی تعریف و توصیف انھوں نے کی ہے اس کے وہ ہر طرح مستحق ہیں۔

فروری ۱۹۰۶ء میں ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کے تشریف آوری کے کچھ عرصہ قبل سر ڈیوڈ بار نے پرنس سے عرض کرایا کہ جس وقت وہ یہاں تشریف لائیں اس وقت وکٹوریہ میموریل آرفینج کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس غرض کے لیے نواب صاحب سے پرنس کی تشریف آوری پر سر الطاف رسا سے ملاقات کر کے تصفیہ کرنے کی فرمائش کی گئی نواب صاحب نواب عماد الملک مرحوم کے ساتھ جا کر ان سے ملے اور پرنس کے آرفینج آنے کا تصفیہ ہو گیا۔ معائنہ کے موقع پر ارکین کمیٹی سر چارلس بیلی رزیڈنٹ۔ مہاراجہ کشن پرشاد مدار المہام مسٹر کیسن واکر مسٹر ڈنلاپ اور نواب عماد الملک مرحوم بھی موجود تھے۔ پرنس نے ہر شعبہ کا معاینہ فرما کر جملہ حالات نواب صاحب سے

استفسار فرمائے تقریباً ادھ گھنٹہ تک نواب صاحب سے پرنس ہمکلام رہے۔

کار ہائے طغیانی کے زمانہ میں نواب صاحب نے یہ محسوس فرمایا کہ ملک میں خیرات کا مروّجہ طریقہ نامستحسن ہے جس وقت آپ معتمدی عدالت کی کرسی پر متمکن ہوئے اس وقت سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک محتاج خانہ قایم کرنیکی تحریک سرکار میں پیش کی جس میں موجودہ طریقہ خیرات کی خرابیوں کا اظہار فرماکر یہ تجویز پیش کیگئی کہ مدّ خیرات و مبرات سے امتحاناً تین سال کے لیے عـــہ سالانہ کی امداد عطا کی جائے۔ بارگاہ خسروی میں جب یہ تحریک پیش ہوئی تو ازراہ رعیت پروری اسے شرف منظوری عطا فرمایا گیا ۱۲ ارفروردی کو بیت المعذورین قایم ہوا جس میں ایسے اشخاص جو بڑھاپے یا دوسری معذوری کی وجہ سے مجبور رہتے باامداد پولیس جمع کیے گئے اس کے متعلق نواب صاحب کی دستخط سے جو اعلان شائع ہوا تھا وہ درج ذیل ہے جس سے اس کی نوعیت کا اظہار ہوگا۔

حسب الحکم مہاراجہ تمین السلطنۃ بہادر مدارالمہام سرکار عالی یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ ہر مذہب وملت میں خیرات کا مقصد یہی ہے کہ ایسے غربا جو بڑھاپے یا بیماری یا اور کسی ناقابلیت کیوجہ سے مدد کے محتاج ہوں ان کی پرورشی کی سبیل کیجائے اگرچہ بلدۂ حیدرآباد میں عام طور سے جو خیرات ہوتی ہے وہ کم نہیں ہے لیکن یہ امر قابل

افسوس ہے کہ باوجود اس قدر خیرات کے اس کا اصل مقصد کہ ضعیف و معذور اشخاص کی پرورش ہو پورا نہیں ہوتا کیونکہ اس خیرات کا بڑا حصہ غیر مستحق یعنے ایسے اشخاص کو پہونچتا ہے جو اور ذرائع سے بخوبی زندگی بسر کر سکتے ہیں اور اس سے نہ صرف ان لوگوں کو بھیک مانگنے کی ترغیب ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو اسکی تعلیم دیکر ان کی زندگی خراب کرتے ہیں سرکار عالی کی توجہ اس کی اصلاح کی طرف ایک عرصہ سے مبذول تھی حال میں اسکے متعلق غور کر کے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا گیا کہ اس خرابی کی استیلا اور خیرات کے اصل غرض کے حصول کے لیے یہہ طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۔

(۱) کمسن بچوں کو جن کی پرورش ان کے والدین نہیں کر سکتے بغرض پرورشی و تعلیم یتیم خانہ یعنی وکٹوریہ میموریل آرفنیج میں داخل کر دیا جائے ۔

(۲) ایسے گداپیشہ اشخاص کو جو صحیح و تندرست ہوں مزدوری پر لگانے کا انتظام کیا جائے ۔

(۳) ایسے گداپیشہ اشخاص کے لیے جو بوجہ مرض یا ضعف جسمانی مزدوری کے قابل نہ ہوں (اور یہی درحقیقت واجب الترحم اور خیرات پانے کے مستحق ہیں) ایک محتاج خانہ قائم کیا جائے جس کو سرکاری امداد کے علاوہ رعایا کی طرف سے بھی امداد ملے یعنی مستطیع اشخاص جو اس وقت

غیر معین طریقوں سے اور غیر مستحق اشخاص کی امداد میں رقم یا جنس وغیرہ صرف کرتے ہیں وہی رقم یا جنس وغیرہ مستحق اشخاص کی پرورش کے لیے اسی محتاج خانہ میں دیں جس کا اثر یہ ہوگا کہ نہ صرف مستحقین کی پرورش ہوگی بلکہ صحیح اور تندرست اشخاص جب ان کے آمدنی کا ذریعہ بند ہوجائیگا تو محنت مزدوری کی طرف مائل ہوں گے اور جو بچے یتیم خانہ میں داخل ہونگے وہ صنعت و حرفت کی تعلیم پاکر اس قابل ہوجائیں گے کہ عمدہ طریقہ سے زندگی بسر کرسکیں۔ یہ قرار پایا کہ بالفعل احمد محلہ میں جن کو ملازمان اقدس و اعلیٰ نے بکمال رعایا پروری اس کے لیے دیا جانا منظور فرمایا ہے معذورین کو جمع کرکے ان کی پرورش کا انتظام کیا جائے اور اشخاص کو خود بچوں کے ذریعہ بھیک مانگنے کے عادی ہیں اس بات کی ترغیب دلائی جائے کہ وہ بچوں کو سرکاری یتیم خانہ میں جہاں انکی پرورش و تعلیم عمدگی سے ہوسکتی ہے داخل کرادیں اور خود ان کے لیے ان مقامات پر جہاں سرکاری تعمیر ہورہی ہے یا آیندہ ہوگی یہ انتظام کردیا جائے کہ وہ مزدوروں میں شریک کرلیا جائے۔ کمیٹی کو یقین ہے کہ رعایا سرکار عالی کے ہر طبقہ کو اس کام سے پوری ہمدردی ہوگی اور وہ اس کی تکمیل میں پوری مدد دیں گے اور اس وقت جو خیرات کے نام سے غیر معین طریقوں سے اور غیر مستحق اشخاص کو دیتے ہیں وہ مستحق اشخاص کی پرورش کے لیے ان طریقوں

اور ذریعے سے جو آئندہ مقرر کئے جائیں گے محتاج خانہ میں دیں گے۔

نظامت جنگ

اعزازی معتمد کمیٹی بیت المعذورین

ابتداءمیں سیٹھ رام گوپال نے تین ماہ تک اپنی ذات سے محتاج خانہ کے اخراجات ادا کئے اس کے بعد سرکاری عطیہ کی گنجایش سے اخراجات ادا ہونے لگے اس کا انتظام ایک کمیٹی کے زیر نگرانی انجام پاتا رہا جس کے صدرنشین معین المہام عدالت وامور عامہ نواب فخر الملک بہادر اور معتمد نواب نظامت جنگ بہادر تھے اس کے علاوہ معتمد تعمیرات (مسٹر فاضل ہوراج) کوتوال بلدہ (نواب سلطان یار جنگ) معتمد فینانس مسٹر حیدری نواب فضیلت جنگ مرحوم اور سیٹھ رام گوپال اراکین تھے راقم بہ حیثیت اعزازی مہتمم جناب ممدوح کی زیر ہدایت اندرونی انتظامات عمل میں لاتا رہا ابتدامیں اس کام کے لیے سرکار سے دس ہزار مدخیرات ومبرات سے منظور فرمائے گئے تھے لیکن بعد میں جب تک راقم کام انجام دیتا رہا (للعمــــ) چار ہزار کم کر کے صرف (ســــ) چھے ہزار عطا ہوتے رہے جس سے معذورین کے خورونوش ولباس صفائی مکانات وعلاج وغیرہ کا انتظام کیا جاتا رہا۔

معتمدی عدالت ہی کے زمانہ میں باتباع فرمان خسروی نواب جناب

نصیر حسین فاروقی۔

JUDGE, HIGH COURT, 1914

نے بشراکت مشیر قانونی عدالتی اصلاحات کی ایک اسکیم پیش کی جس میں
بعض اور امور کے ساتھ اس بات پر زور دیا گیا کہ تحصیلداروں سے دیوانی
اختیارات لے لیے جائیں اور منصفیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور یہ
ثابت کیا گیا کہ اس سے عدالتی آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہوگا اور دیگر اصلاحات
میں مدد ملیگی۔ یہ تحریک کسی قدر ترمیم کے ساتھ سرکار سے منظور ہوئی
اور منصفوں کی تعداد میں اضافہ ہوا درحقیقت یہ اس انتظام کا پیش خیمہ
تھا جس نے سر علی امام کے زمانہ میں عدالتی اختیارات مال کے عہدہ داروں
سے علحدہ کرنے کی تجویز ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۸ء کی شہر آشوب طغیانی نے بلدہ و مضافات کی حالت ابتر
خراب کردی تھی کہ اس کی درستی اور اصلاح کی جانب توجہ مبذول کرنے کی
ضرورت ہوئی سنہ ۱۹۱۱ء میں جب بلدہ حیدرآباد میں پہلے پہل طاعون
شائع ہوا اس وقت اس خیال کی جانب توجہ کرنا اور بھی ناگزیر ہوگیا اور
اس امر کی ضرورت ہوئی کہ بلدہ و مضافات کی صفائی اور بدررؤں کا
انتظام ہو اور راستوں کے درستی کی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔
قرار یہ پایا کہ ایک مجلس بنام نہاد مجلس آرائش بلدہ قائم کی جائے
جس میں سربرآوردہ عہدہ داران سرکاری اور معززین شریک ہوں۔ پیشگاہ
خداوندی میں جب اس بارہ میں عرضداشت پیش ہوئی تو ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۰

کو فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا کہ زیر صدارت نواب فخر الملک بہادر ایک مجلس قایم کی جائے ۲ رجب ۱۳۳۲ھ کو مسٹر گلانسی نائب صدر نشین۔ معتمد عدالت۔ معتمد تعمیرات۔ مشیر قانونی۔ کوتوال بلدہ ناظم طبابت و ناظم تعلیمات ارکین اور نواب نظامت جنگ بہادر اعزازی معتمد

اس کا پہلا اجلاس نواب فخر الملک بہادر کے دولت کدہ موسوم بہ ارم منزل میں ۱۳ رجب کو ہوا جس میں کرنل ڈریک براک مین ناظم طبابت کی پیش کردہ تجاویز پیش و منظور ہوئیں۔

۱۹۱۴ء میں اس سررشتہ نے عملی کام شروع کیا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جنگ عظیم کی وجہ سے تمام عالم میں ہل چل مچی ہوئی تھی اور ہر شئے گراں تھی سب سے پہلے حدود ممنوعہ قرار دی گئی اور مالکان مکان و اراضیات کو معاوضہ دیکر انھیں انتظار کی مصیبت سے نجات بخشی گئی۔

اس سررشتہ کا کام جس اصول پر انجام پایا اور پا رہا ہے وہ درحقیقت محض حسن بندی اور آرائش شہری نہیں ہے جو کام ضمناً انجام پاتے ہیں بلکہ درحقیقت غلیظ و گنجان مضر صحت حصوں کی اصلاح تاکہ لوگ بیماریوں سے محفوظ رہیں۔ حمل و نقل و عبور و مرور کی سہولت پیدا کرنا یہ کام ایسے حسن و خوبی کے ساتھ انجام پائے اور پا رہے ہیں کہ اس سے نواب صاحب کا حسن مذاق نمایاں طور پر عیاں ہے۔ آرائش بلدہ کے کام مندرجہ ذیل نوعیت کے ہیں۔

(۱) اصلاح آبادی قدیم (۲) توسیع آبادی (۳) آرائش شہر (۴) توسیع شوارع عام ناپلی اور سلطان شاہی کے محلے عموماً امراض وبائی کا گہوارہ تھے ان دونوں محلوں کی از سر نو ترتیب ہوئی جسکے وجہ سے نہ صرف وہاں کی خوشنمائی بڑھ گئی بلکہ اب وہاں کی صفائی کی حالت بالکل درست ہوگئی ـ

توسیع آبادی کے متعلق بیرون دروازہ چادر گھاٹ جدید حصّہ کاچی گوڑہ کا کام جاری کیا گیا۔ آرائش شہر کا کام وسیع پیمانہ پر افضل گنج کے پل کے قریب ہوا ہے پل کے ہر دو جانب دلفریب چمن بندی کی گئی ہے جس سے شہر کی آراستگی میں نمایاں اضافہ ہوگیا ہے۔ پتھر گٹی کے قریب پرانی عمارات شکست کرکے خوشنما بازار بنایا جارہا ہے ـــ

توسیع شوارع کی شدید ضرورت کو محسوس کرکے ایسے مقامات کی سڑکیں وسیع کی گئیں جہاں آمد و رفت بہت زیادہ تھی اور سڑک کی کوتاہی کی وجہ سے اکثر حادثے پیش آتے رہتے تھے۔ رود موسیٰ ہر دو جانب افضل گنج کے پل سے پرانے پل تک قدیم سڑکوں کی توسیع ہوچکی ہے پتھر گٹی کی سڑک کی توسیع ہورہی ہے ایک سڑک مسجد افضل گنج کے قریب سے نام پلی تک نکالی جانے والی ہے۔ نارائن گوڑہ ڈسٹلری کے پاس کی سڑک وسیع کی گئی ہے جدید سڑکوں میں سب سے اہم سڑک اسٹیشن کاچیگوڑہ کی ہے ـ

یہہ سب کام ابتدا سے ۱۹۲۶ء تک مسٹر بھاونانی انجنیر نے نہایت قابلیت کے ساتھ تکمیل کو پہونچائے جن کا تقرر معتمد اعزازی کے حسب رائے عمل میں آیا تھا ۔

مسٹر بھاونانی کے انتقال کے بعد معتمد صاحب نے مسٹر مہر علی فاضل کو بحیثیت سپرنٹنڈنٹ آرائش بلدہ سررشتہ تعمیرات سرکار عالی سے لیا اور یہہ اپنی وفات تک جو ۱۳۵۲ف میں واقع ہوئی نہایت عمدگی کیساتھ انجام دیتے رہے ۔

ان دونوں غیر معمولی طبیعت اور قابلیت کے انجنیروں کے حسن کارگزاری کا اعتراف سارا حیدرآباد کرتا ہے ۔

تقسیم آب رود تنگبھدرا و کرشنا

تقسیم آب رود تنگبھدرا و کرشنا کے متعلق سرکار عالی و مدراس گورنمنٹ کے مابین نزاع چلی آتی تھی اگرچہ یہ ندیاں علاقہ سرکار عالی میں ہو کر گذرتی ہیں لیکن مدراس گورنمنٹ نصف حصہ پانی حاصل کرنے سے روکتی تھی سالہائے سال کے مراسلت اور مدراس گورنمنٹ کے مسلسل انکار کے بعد ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ کامیابی کی بہت کم امید تھی لیکن اوائل ۱۳۱۵ف میں جب مدراس کے گورنر لارڈ وینٹ لینڈ اس امر پر راضی ہوئے کہ اس نزاع کے تصفیہ کے لیے سرکار عالی کے چند عہدہ دار مدراس گورنمنٹ کے چند عہدہ داروں سے گفتگو کر کے رپورٹ پیش کریں۔ تب ایک کانفرنس قائم ہوئی اور اس میں سرکار عالی کی جانب سے تین عہدہ دار (۱) مسٹر میکنزی چیف انجنیر (۲) مولوی حبیب الدین مرحوم (۳) نواب صاحب بہ حیثیت رکن مجلس عالیہ عدالت عملاً نمائندوں کے صدر تھے مدراس گورنمنٹ کی جانب سے بھی ایک چیف انجنیر ایک عہدہ دار مال اور ہائیکورٹ جج شریک ہوئے سرکار عالی کی جانب سے نواب صاحب نے اور مدراس گورنمنٹ کی جانب سے وہاں کے ہائیکورٹ جج نے تقریر کی پانچ روز تک

اجلاس ہوا اور بالآخر وہ تمام امور جس پر سرکار عالی کو اصرار تھا مدراس گورنمنٹ کے نمایندوں نے قبول کرلیے یہ وہی امور تھے جن کے متعلق عرصہ تک مدراس گورنمنٹ انکار کرتی رہی تھی۔ کانفرنس کے کارروائی کو ہر دو گورنمنٹوں نے منظور کرلیا اس موقع پر یہ اظہار کردینا بھی ضروری ہے کہ مسٹر میکنزی جو سرکار عالی کے طرف سے بحیثیت رکن وفد نامزد کیے گئے تھے شروع ہی سے مایوس تھے لیکن نواب نظامت جنگ بہادر کی مدلل تقریر سے مدراس گورنمنٹ کے عہدہ داروں پر اثر پڑا اور انھوں نے سرکار عالی کے مطالبات کو قبول کرلنے پر آمادگی ظاہر کی واپسی کے بعد مسٹر میکنزی نے مسٹر گلانسی کو لکھا کہ یہ کامیابی صرف نواب نظامت جنگ بہادر کی وجہ سے ہوئی ۔ یہہ واقعہ ۱۹۱۵ء کا ہے۔

پیشگاہ خداوندی سے اس بارہ میں جو فرمان صادر فرمایا گیا اس کی عبارت یہ تھی ۔

پیچیدہ اور دیرینہ مسائل کے تصفیہ میں ہمارے عہدہ داروں نے جو مدراس گورنمنٹ کے عہدہ داروں کے ساتھ کانفرنس میں شریک تھے جس کمال حسن و لیاقت اور فرییانہ تدبیر سے کام لیا اسکے لحاظ سے ان کے خدمات لایق اعتراف ہیں ان سے میری خوشنودی کا اظہار کیا جائے ۔

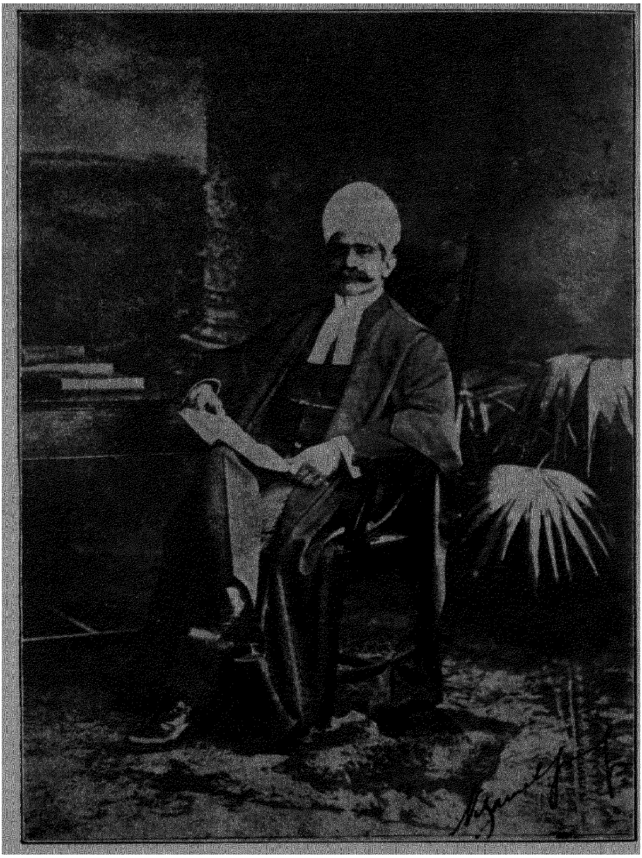

HIGH COURT JUDGE

مسٹر گلانسی کی ایک تحریر موجود ہے جو انھوں نے نواب صاحب کو لکھی تھی۔

سرکار عالی اور مدراس گورنمنٹ کے مابین تقسیم آب تنگبھدرا و کرشنا کے متعلق جو اختلاف چلا آرہا تھا اس کے متعلق مجھے خوب یاد ہے کہ چیف انجینیر مسٹر میکنزی نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ اگر آپ سرکار عالی کی جانب سے اس معاملہ میں وکالت نہ کرتے تو سرکار عالی کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی مسٹر میکنزی نے اس وفد کی کامیابی کا انحصار بالکلیہ آپ ہی کے ذات پر محول رکھا تھا۔

ایک اہم واقعہ

جس میں بڑے بڑے ڈگمگا جاتے ہیں ۱۹۱۲ء میں واقع ہوا جس سے نواب صاحب ممدوح کے استقامت و ہمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں جبکہ نواب صاحب ہائیکورٹ کے جج تھے۔ نواب فرید الملک کے موسم گرما میں کنور جانے پر پرائیوٹ پولیٹیکل سکریٹری کا کام بہ حیثیت نگراں انجام دیرہے تھے اس لحاظ سے مدارالمہام وقت مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر سے ہفتہ میں دو مرتبہ ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ایک روز مہاراجہ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک گمنام خط آیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ کوئی محضر تیار کیا جارہا ہے

جس پر جعلی دستخط بنائے جا رہے ہیں جن کی غرض غالباً یہ ہے کہ مجھے نقصان پہونچایا جائے۔ اس تحریر کو ناظم کوتوالی اضلاع کو بتلایا جائے کہ اپنے طور پر اسکی اصلیت دریافت کریں اس واقعہ کے چند روز بعد ایک صاحب نے جن کی آمد و رفت اس زمانہ میں نواب صاحب کے پاس کسی قدر زیادہ تھی اور ان کے خاندان کے وابستہ سمجھے جاتے تھے آکر کہا کہ لعل خاں صاحب کوتوال نے آپ کو آداب عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ میں بھی آپ کے خاندان کا وابستہ ہوں میرا فرض یہ ہے کہ آپ کو نقصان سے بچانے کے لیے کوشش کروں ایک محضر حضور میں پیش ہوا ہے جس پر آپ کے بھی دستخط ہیں حضور بہت خفا ہیں اور عجب نہیں آپ کو نقصان پہونچے۔ میں نے بہت کچھ عرض کیا لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب صرف ایک صورت باقی ہے وہ یہ ہے کہ آپ آج شب کو ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر عرض کریں کہ مدار المہام کے اصرار پر بلکہ جبر پر میں نے محضر پہ دستخط کی۔ اگر ایسا ہو تو شاید آپ کو معافی ملجائے۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ جھوٹ کو میں سچ نہیں بنا سکتا اپنے نفع نقصان کا مجھے کوئی خیال نہیں جو کچھ ہوا مجھے اس کی پروا نہیں میں جانتا ہوں کہ یہ جھوٹی کارروائی ہے کیونکہ جب میں نے کسی کاغذ پر دستخط

ہی نہیں کی تو یہ ری دستخط وہاں کس طرح آئی اس کے بعد پھر ایک مرتبہ
لعل خاں کے قاصد نے نواب صاحب سے کہا جو میں نے عرض
کیا تھا وہ آپ کی خیر خواہی پر مبنی تھا۔ اب بھی موقع حاصل ہے
آپ اپنے کو بچالیں پھر نواب صاحب نے وہی جواب دیا۔ اس
عرصہ میں فریدون الملک واپس آچکے تھے نواب صاحب نے
سارا واقعہ ان سے جا کر بیان کر دیا وہ اس وقت حضور میں جا رہے
تھے انھوں نے پوچھا کیا میں سرکار سے یہ واقعہ عرض کر دوں نواب
صاحب نے فرمایا آپ کو اختیار ہے میرا کام صرف اس قدر
تھا کہ آپ کو مطلع کر دوں مسٹر ہنکن وہاں موجود تھے انھوں نے
مشورہ دیا کہ اس کی اطلاع رزیڈنٹ کو کرانا چاہیئے نواب صاحب
نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور فرمایا کہ
یہ معاملہ یہاں کا ہے مجھے رزیڈنٹ صاحب کو اطلاع کرنیکی
کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے چند دن بعد یہ تجویز ہوئی کہ محضر کے جعلی دستخطوں کو
فنّی طریقہ سے جانچ کرایا جائے اور مسٹر بارڈلیس کلکتہ کے
مشہور ماہر بلوائے گئے اور انھوں نے اپنی رائے ظاہر کی کہ سوائے
دو تین دستخطوں کے اور وہ بھی مشتبہ پائی جاتی ہیں باقی سب

دستخط جعلی ہیں۔ جو شخص نواب صاحب کے پاس پیغام لایا تھا اس کے اخراج کا حکم صادر ہوا اور لعل خاں صاحب کو کوتوالی سے ہٹا کر کروڑگیری میں بدلدیا گیا نواب صاحب فرماتے تھے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا اگر لعل خاں میرے پاس پیغام نہ بھیجتے تو ان کے محضر سے کیا کیا نتائج پیدا ہوتے اور کن کن بے گناہ اشخاص پر اثر پڑتا میں نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ کہ اپنی حد تک ایک جھوٹ کو کامیاب بنانے سے انکار کردیا اور اس کی مطلق پروا نہ کی کہ اس سے مجھے مضرت کا اندیشہ ہے۔

مسٹر واکر کے زمانہ میں جب بعض قوانین متعلقہ بہ سکہ زیر غور تھے وہ نواب صاحب سے مشورہ کیا کرتے تھے مسٹر واکر کی آخری رائے پیش ہونے پر اور سرکار میں رپورٹ پیش کرتے وقت یہ رائے ظاہر کی کہ جو عہدہ داروں نے مشورہ دیا ان میں سب سے زیادہ مدد اور مفید مشورہ نواب نظامت جنگ بہادر سے ملا۔

مؤید الملک سر علی امام بہادر نے اپنے دوران صدارت عظمیٰ میں نواب صاحب کے اضافہ کی تحریک پیش کی لیکن جب نواب صاحب کو اس کا علم ہوا تو بارگاہ خسروی میں حاضر ہو کر اضافہ قبول کرنے سے اپنی نارضامندی ظاہر کی اسی طرح

جب وظیفہ کی مقدار زائد معیّن کرنے کی تحریک پیش ہوئی تو پھر آپ نے بارگاہ سلطانی میں عرض کیا کہ مجھے خلاف عملدر آمد زائد وظیفہ لیکر دوسروں کے لیے نظیر قائم کرنا گوارا نہیں حسب قواعد جس قدر وظیفہ کا مستحق ہوں عطا فرمایا جائے۔ اگر میری خدمات ملازمین خداوندی کے پسند خاطر ہوں تو میرے بھتیجے غازی الدین کو یورپ جاکر تعلیم پانے کے لیے وظیفہ دو سال کے لیے عطا فرمایا جائے۔ یہ ہے حقیقی قناعت و استغناء۔

۱۹۳۲ء میں مدرسہ اعزّہ سے مرشد زادوں کو علیحدہ کرنیکی تجویز نواب قادر نواز جنگ بہادر ناظم عطیات مبارک نے سرکار کے ملاحظہ میں پیش کی اور قریب تھا کہ مرشد زادوں کو اس مدرسہ سے علیحدہ کرلیا جاتا تاکہ مصارف میں تخفیف ہو۔ نواب صاحب اس وقت علیل تھے لیکن خبر پاتے ہی معروضہ سرکار کے ملاحظہ میں گذرانا جس میں مدرسہ کے تاریخی حالات اور مرشد زادوں کے ساتھ اس کی خصوصیت بیان کرکے یہ استدعا کی گئی کہ اگر علاقہ صرفخاص مبارک سے فیس کی رقم نہیں دیجاتی تو سرکاری گرانٹ میں اضافہ منظور فرمایا جائے تاکہ مدرسہ ٹوٹنے نہ پائے اس کو شرف قبولیت حاصل ہوا اور ماہانہ گرانٹ میں اضافہ کا حکم

صادر فرمایا گیا۔

ایک فرانسیسی ہندوستان میں یہاں کے قدیم و جدید قوانین سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا سر ڈیوڈ بار نے نواب نظامت جنگ بہادر سے ایک یادداشت مرتب کرنے کی فرمائش کی جو عرصہ کے بعد ان کے ولایت پہونچنے پر روانہ کی گئی سر ڈیوڈ بار نے اس کا شکریہ ادا کرتے وقت لکھا مجھے یہ خیال نہ تھا کہ جو فرمائش میں نے کی اس کی انجام دہی اس قدر مشکل اور دشوار تھی آپ کے نوٹ کے دیکھنے سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔

جنوری ۱۹۲۲ء میں ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلس یہاں تشریف فرما ہوئے تو بعض اوقات غلط فہمی کی وجہ سے ایسے پیش آئے جس سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ اعلیٰحضرت کو نواب صاحب پر شاید وہ اعتماد باقی نہ رہا جس کی توقع تھی نواب صاحب نے اس لحاظ سے کہ مالک اور تابعدار کے درمیان کامل اعتماد قائم نہ رہا تو ملازمت کا تعلق باقی نہیں رہ سکتا دوسرے ہی روز اپنا تحریری استعفاء سر علی امام مُدارالمہام کو دیدیا تاکہ وہ بارگاہ خسروی میں گزران دیں۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد یہ حکم شرف صدور لایا کہ حسب دستور کام انجام دیں۔ نواب فرماتے

سے کہ اس وقت میری عمر پچاس سے کچھ کم تھی اور وظیفہ پر علحدہ ہونے کی خواہش بھی تھی پانچ سال تک انتظار کرنا اور وہ بھی صرف اس خیال سے کہ وظیفہ کسی قدر زیادہ ملے میری طبیعت کے خلاف تھا لیکن ارشاد خسروی کی تعمیل مجھ پر واجب تھی۔

اس کے بعد آپ بدستور کام کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی خدمات کو ضروری سمجھا گیا۔ اور بندگان اعلیحضرت نے تین سال تک آپ کو توسیع عطا فرمائی۔ اس کے بعد جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ میں آپ نے یہ استدعا کی کہ عمر (۵۸) سال کی ہوچکی ہے۔ سرکار نے بہ کمال نوازش مسلسل تین سال کی توسیع منظور فرمائی۔ اب یہہ خواہش ہے کہ گوشۂ تنہائی میں علمی مشاغل میں مصروف رہ کر بقیہ عمر گزار دی جائے اس اجازت سے میری عمر طبعی میں توسیع ہوگی۔ پیشگاہ خسروی سے یہ درخواست منظور فرمائی گئی اس منظوری کے لحاظ سے اگرچہ ختم مدت توسیع پر نواب صاحب خدمت سے سبکدوش ہونا چاہیئے تھا مگر اس زمانہ میں وائسرائے کی آمد کے انتظامات کے سلسلہ میں آپ کی موجودگی ضروری سمجھی گئی۔ نواب صاحب سے استمزاج کیا گیا۔ آپ وائسرائے کی مراجعت تک آپ کام انجام دیں گے۔ نواب صاحب نے ارشاد خداوندی

کی تعمیل میں آمادگی ظاہر کی - چنانچہ بعد ختم مدت بھی وہ تا انتظام دیگر
کارگزار رہے اور اواخر ڈسمبر ۱۹۲۶ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ آپ
کی جو عظمت و وقعت اپنے ہمعصروں میں تھی اس کا اندازہ مہاراجہ سرکشن شاد
بہادر کے اس خط سے بخوبی ہو سکتا ہے جو آپ کی
سبکدوشی پر مہاراجہ نے آپ کو لکھا تھا جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

محب شاد ۔ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

سرکاری اور خانگی مصروفیتوں کی وجہ سے فوراً نہ لکھ سکا
یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ملازمت سرکار سے آزادی حاصل ہوتے
ہی آپ کی صحت بلنے خود ہی ترقی کی اور اب آپ صحت بخش فضاء
میں اچھی صحت کے ساتھ ۳۳ برس کی محنت کے بعد آرام لینے کا
حق رکھتے ہیں۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ اپنے ارادہ میں کامیاب
رہیں اور آپ کی کمائی ہوئی فرصت کو بہترین علمی مشاغل میں صرف
کرنے پر اس طرح قادر ہوں کہ زمانہ حال اور آیندہ میں افراد نیک آپ کے
عمدہ شاعرانہ جذبات فلسفانہ نکات اور اعلیٰ افکار ذہنی سے بہرہ اندوز
ہوں اور بہ حیثیت ایک کاشتکار کے علم و عمل کے تخم نوجوانان ملک کے
دل و دماغ میں آپ اس طرح بوئیں کہ میدان عمل میں آپ کی فکر بار آور ہو
کونسل میں ڈسمبر میں ڈسمبر کے آخری اجلاس کے روز سب کو آپ کا

انتظار رہا انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی آپ سے بہت سی ملاقاتیں ہوتی رہیں گی ۔"

اسی طرح رزیڈنٹ وقت سر ولیم بارٹن نے آپ کو جو خط لکھا اس سے بھی آپ کے علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے ۔

مضمون خط درج ذیل ہے ۔ اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے ۔

یہ معلوم ہوا کہ آپ نے خدمت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے لیکن امید ہے کہ رزیڈنسی کے ساتھ آپ کے دوستانہ تعلقات جاری رہیں گے ۔ آپ کا دور ملازمت دانشمندی اور لیاقت کیارکٹر کی بلندی اور بے لوث خدمات کی انجام دہی کا حامل رہا ہے اور سب سے بڑا وصف جو آپ کی ذات میں پایا جاتا ہے وہ ملک و مالک کی بہی خواہی ہے چنانچہ بندگان اقدس و اعلیٰ نے آپ کے متعلق متعدد مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ آپ ملک اور مالک کے سچے بہی خواہ ہیں ۔ اس موقع پر اس فرمان مبارک کو بجنسہ نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو ۲۹ ذرمضان المبارک ۱۳۴۵ھ شرف صدور لایا ۔

فرمان

مجھے معلوم ہوا ہے کہ نظامت جنگ کی مدت ملازمت میں ایک سال کی توسیع جو دی گئی تھی وہ قریب میں ختم

ہو رہی ہے۔ پس ان کو اس تاریخ سے مزید ایک سال کی توسیع دی جائے کیونکہ ابھی چندے ان کے قوی کام کرنیکے قابل ہیں اس کے سوا یہ بہی خواہ ملک و مالک ہیں۔

شرح دستخط مبارک

اعلیحضرت ظل سبحانی

۲۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ

تاریخ سبکدوشی بر وظیفہ حسن خدمت سے نواب صاحب کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس کی آپ کو ہمیشہ تمنا رہی ہے زمانہ ملازمت مین بھی آپ نے اپنے علمی ذوق کو برقرار رکھا اور ہمیشہ یہ محسوس فرمایا کہ سرکاری خدمت انسان کی خانگی زندگی سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدمت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی آپ کے طرق زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا اور جیسا کہ سر ولیم بارٹن اور مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے۔ آپ فرائض سرکاری سے سبکدوشی کے طالب تھے اس لیے کہ آپکی طبیعت کی افتاد ایسی تھی کہ آپ کے لیے جیسا کہ خود آپ نے اپنی ایک انگریزی نظم میں بتلایا ہے پرسکون فضاء مشاغل علمی کے جاری رکھنے کے لیے درکار تھی۔

وظیفہ کے بعد

نہ نہادہ ایم کار جہاں بر دل ضعیف
ایں کار و بار تشنہ بہ یکسو نہادہ ایم

اس خیال کو دل میں رکھ کر نواب سر نظامت جنگ بہادر اپنی خواہش سے خدمت سے سبکدوش ہونے کے بعد جو کام کرتے رہے انکا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

چونکہ وقار آباد سے آپ کو ہمیشہ انست رہی اور اس پر سکون فضاء میں آپ نے اپنا علمی کام جاری رکھا اس زمانہ کا انگریزی کلام جو وقتاً فوقتاً چھپا ہے وہ اس روحانی سرور کا پتہ دیتا ہے جو آپ کو اس ماحول میں واپس ہونے پر حاصل ہوا۔ آپ کی انگریزی نظم کا مجموعہ طبع کرانیکی تدبیر کیجارہی ہے اور اس کام کو بعض احباب نے اپنے ذمہ لیا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ دار الطبع سرکار عالی میں یہ کام انجام پائیگا۔ کیوں کہ اس کو نہ صرف مصنف کی ذات سے بلکہ اس ملک اور ذات مالک سے بھی ایک خاص

تعلق سمجھا جا سکتا ہے۔

علاوہ انگریزی نظم کے نواب سر نظامت جنگ بہادر نے متعدد مضامین انگریزی اور اردو میں قرآنی تعلیم اور اصلاح اخلاق سے متعلق لکھے ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت کے لیے مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ مثلاً

وہ انگریزی مضمون جس کا ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب نے بعنوان رہنمائے قرآن کیا ہے۔ اور وہ جو بعنوان راہِ راست اشاعت کے لیے طبع کرایا گیا ہے اور ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب نے اخبار کلاریئن میں اسکو شائع کیا ہے۔

ان کے علاوہ نثر میں قابل ذکر آپ کے خیالات صحیح کا مجموعہ ہے جسکی غیر معمولی قدر ہوئی ہے۔

اسلام اور آنحضرت صلعم سے متعلق جو مضامین مختلف مواقع پر اخباروں وغیرہ میں شائع ہوئے ہیں انکی تفصیل یہاں نہیں درج کیجاتی۔ شائقین خود معلوم کر سکتے ہیں۔ علاوہ انگریزی کے فارسی نظم کا بھی ایک قابل قدر مجموعہ گزشتہ دس بارہ سال کے عرصہ میں تیار ہوا ہے۔ یہہ کلام محض ان جذبات کا نتیجہ ہے جو دوسرے حج کے بعد سے مدینہ طیبہ سے شروع ہوئے اور بڑھتے

گئے۔ یہانتک کہ بھولی ہوئی فارسی اسلامی خدمت کے لیے پھر سے زندہ ہو کر آنے لگی۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے جس کا ذکر خود مصنف صاحب نے اس طرح کیا ہے۔

معذرت نہ میں شاعر نہ فارسی زبان کا ماہر خاص قسم کے دلی جذبات چند سال سے شعر کی شکل میں فارسی زبان میں کیوں ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہہ بھی میں نہیں جانتا صرف یہ جانتا ہوں کہ ۱۳۵۲ھ میں دوسرے حج کے بعد جب میں مدینہ میں حاضر ہوا تو ایک روز مسجد قبا میں عین مغرب کی نماز میں یکایک یہ مصرعہ میرے دل میں آیا ع کنم سجدہ در ہر مقام نزول۔ اور اس کے بعد ہی دوسری رکعت میں ع سر و چشم بر خاک پائے رسول۔ یہہ پہلا اشارہ تھا اس کے بعد دوسرے سال جب وہاں حاضر ہوا اس شعر سے مضمون کی تکمیل ہو گئی ؎

گنہگار ظالم چہ جائے عجب ✤ گنہ گر رساند بجائے قبول

شاید یہہ فضل کا وعدہ تھا اس کے بعد ۱۳۵۶ھ سے جو سلسلہ شروع ہوا اس کا یہہ مجموعہ ہے اور اس کی نسبت صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسمی شاعری نہیں ہے۔ اگر ان جذبات کو میں حقیقی نہ سمجھتا اور ان میں سے اکثروں میں قرآنی آیات کا عکس نہ پاتا تو ہر گز

ان کو محفوظ نہ رکھتا۔ اب یہ اشعار عبادت میں میری رہنمائی کرتے ہیں یہ معذرت تو انسان کے پاس پیش کرتا ہوں اور اپنے خالق کی بارگاہ میں یہ عرض ہے۔

دعا گفتن نہ در سفتن مرا زیبد کہ زیں جانم
ہر آں لحنے کہ برخیزد ورا در پیش تو خوانم

ان جذبات کی نسبت جو بہ عنوان الی اللہ و حال جہاں و وظیفہ فقیر وغیرہ طبع ہو چکے ہیں۔ نواب نظامت جنگ بہادر کو یہ پسند نہیں کہ وہ شاعر سمجھے جائیں۔ انھوں نے لکھدیا ہے

نیستم شاعر نہ صنّاع کلام
گویم آنچہ در دلم دارم مدام

اور چونکہ وہ جذبات عموماً ان آیات قرآنی سے پیدا ہوئے تھے جو ہمیشہ ان کے دل میں رہتے ہیں۔ انھوں نے ایک موقع پر یہ بھی لکھ رکھا تھا۔

ندائے کہ شنوم کلامی کہ گویم — ہماں لحن قرآں سراید مرا
بہ تقلید شاعر چسان خو کنم — دگر زانکہ یابم نہ باید مرا

اکثر یہ بھی فرماتے تھے کہ اپنے دلی جذبات کی آواز سنکر ان سے

اطمینان اور سکون حاصل کرنا اِس کو میں نے اپنا وظیفہ قرار دیا ہے۔

اس چھوٹی سی کتاب میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ بطور نمونہ زیادہ نظمیں درج کیجائیں لہٰذا چند پیش کیجاتی ہیں۔

نواب صاحب نے یہ جانکر کہ اکثر لوگوں کو اون کے فارسی مذاق کی نسبت تعجب ہوگا۔ یہ فرماتے تھے کہ ابتدائے عمر میں ہمارے گھر میں فارسی اشعار کا سننا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی سعدی اور حافظ کے اشعار تو عام طور سے لوگوں کے زبان پہ رہتے تھے ہمارے والد ماجد اور چچا صاحب اور ان کے دوست احباب فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کم سنی میں بھی مجھے ایرانی لوگوں سے اون کی زبان صحیح لہجہ کے ساتھ سننے کا موقع ملا تھا۔ شاید ان تمام وجوہ سے پچاس سال بعد فارسی نے دل میں سے نکلکر زبان پہ آنا شروع کیا۔ اور اَلحَمدُ لِلّٰہ یہ بھی قرآن مجید کی برکت سے ہوا۔

نمونہ کلام

پس پردہ چیست ندانم پس پردہ کیست کہ خوانم
بہ پرستش بود مکانم دل و جاں شود زبانم

عالمی داریم اندر دل نہاں　　حرف خام است آنچہ آید بر زباں
نقش قدرت از ازل بر روحِ ما　　می کند آثارِ صنعش را عیاں
خوش تمنائیست اندر دردِ دل　　چوں کنم دردِ تمنا را بیاں

*

دیدیم نقش قدرت اندر بساطِ دل　　آیاتِ بیّنات و راہِ ثباتِ دل
گردیدہ در جہاں بہ تمنائے حسنِ او　　دیدیم نورِ حسنش اندر رباطِ دل

*

یکے شد اول و آخر و را کو در حضورت ماند
نہ جوید جنت دیگر اگر جویائے نورت ماند

*

عقل را راہے نباشد سوئے تو　　جز بہ ایمان و یقیں بے گماں
علم ما جہل است در راہِ ہست و نیست　　تو حقیقت ہستی و را زعیاں

*

دل ہمیں داند ہمیں دارد یقیں　　ہم توئی جنت توئی دنیا و دیں
نواب نظامت جنگ بہادر کی نظم میں ایمانی جذبات کے سوا اسلامی جوش بھی پایا جاتا ہے جس کو اسلام کی عظیم الشان تاریخ سے خاص تعلق ہے اس قسم کے چند اشعار یہاں نقل کرنا

مناسب خیال کیا گیا۔

نمونہ

رفت چون رنگ بہار از مرز و بوم عظمت و قوت کہ یونان بود و روم
جز بہ صنع و حکمتش نامش نماند جز بذکر قوتش کاشش نماند
باز دیدم چون بہ صحرائے عرب نو بہار جان رسید از فضل رب
گشت قرآن ہادی روح بشر گشت عامل قہرمان بحر و بر

✣

ایک نظم مسلمان کو ہمت اور اطمینان دلانے والی یہ ہے جسکے عنوان پر وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ لکھا ہے

نہ ہمت زوعد فتح و نصرت ترا قوت از ین جذبات ایمانی
شوی اندر جہان بالا و برتر ترا بالائے آں دیگر جہانی

خدا با لستت ہر جائے کہ باشی خدا با تو بود در ہر زمانی
ہند اندر شکستی وعدہ فضلش امید فتح چون را نہانی

اس کو پڑھ کر علامہ مولنا عبد اللہ عمادی مرحوم و مغفور اس قدر متأثر ہوے تھے کہ نظامت جنگ بہادر کے لیے اسی بحر میں یہ دعائیہ اشعار رقم فرمائے۔

صبا سوئے نظامت جنگ رو بے
دعا در روضۂ خضری رسانی
بگویش وقت پیغمبر خوش از تو
کہ سکار حق کنی تا می توانی

خِدمَتُ النَّاس | خِدْمَتُ النَّاسِ اَفْضَلُ مِنَ الْحَجِّ (حدیث شریف) ہمارے ارکان مذہبی کا ایک رکن اعظم فریضہ حج کی ادائی ہے لیکن یہہ صفت محتاج بیان نہیں کہ اس فریضہ کی کماحقہ ادائی سے ہمارے بیشتر سربرآوردہ افراد قوم عاری ہیں چہ جائیکہ طبقۂ متوسط بعض افراد باوجود صاحب استطاعت ہونے کے اس فریضہ کی ادائی کی جانب متوجہ نہیں ہوتے اور بعض افراد محض تکمیل رکن لازمی کی غرض سے حج کرتے ہیں لیکن فی نفسہ حج کے فریضہ کے قیام کی جو غایت ہے اس نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر بہت کم خدا کے بندے اس فرض کو ادا کرتے ہیں اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جسکی غایت عالم انسانی کی بہتری نہ ہوے از آنجملہ فریضہ حج کی ادائیگی ہے جو اجتماع قومی کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور جس سے فروغ

دین اسلامی کا سرچشمہ ابلتا ہے اس لحاظ سے جو افراد فریضہ حج کی ادائی کے لیے جاتے ہیں ان کے پیش نظر یہ چیز رہنا لازمی ہے کہ حاجیوں کا گروہ من حیث المجموع ایک عنصر قرار پائے اور ان میں کوئی امتیاز درجہ و رتبہ کا نہ ہوے اس چیز کا فقدان حج کرنے والا اُس وقت سے محسوس کرنے لگتا ہے جس وقت وہ جہاز پر سوار ہوتا ہے۔ نواب صاحب کے جوش اسلام اور غیرت مذہبی نے جو ان کی فکر و تدبر کا نتیجہ ہے اس چیز کو اس وقت سے محسوس کرنا شروع کیا جس وقت وہ ۱۹۳۲ء پہلی مرتبہ حج کیلیے تشریف لے گئے آپ نے جو دشواریاں حاجیوں کے جہاز پر مشاہدہ فرمائیں ان کی نسبت آپ نے ٹرنر موریسن کمپنی کو جس کے جہاز پر آپ نے سفر کیا توجہ دلائی جس پر اس کمپنی نے وعدہ کیا کہ وہ حتی الامکان حاجیوں کے لیے سہولت بہم پہونچانیکا بھی انتظام کریں گے۔ نواب نظامت جنگ بہادر نے ہر مرتبہ اپنے حج میں عملی طور پر خدمت حجاج کو ملحوظ رکھا چنانچہ جب آپ دوسری بار تشریف لے گئے تھے۔ برٹش لیگیشن جدہ نے حج کمیٹی مقرر کی جس کے ایک رکن آپ بھی تھے۔ اس کمیٹی نے بتاریخ ۲ فروری ۱۹۳۵ء یہ طے کیا کہ ہر حاجی کے لیے سامان کے لیے سولہ فٹ جگہ مقرر کیجائے

عموماً تیسرے درجہ کے مسافر راستوں پر پڑے رہتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف ان کو بلکہ دوسرے درجہ کے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے اس کا انسداد ہونا چاہیے آپ نے نہ صرف جہاز پر حاجیوں کی ضروریات پر غور فرمایا بلکہ جو دشواریاں حاجیوں کو راستہ کی خرابی کے باعث جدہ سے مدینہ منورہ تک ہوتی تھیں اس کے متعلق بھی آپ نے توجہ کی چنانچہ اس وقت سے یہ کارروائی روبہ عمل آرہی ہے کہ مکہ معظمہ سے منیٰ تک راستہ کی درستگی کی جائے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقررہ منازل پر مسافر خانوں کی تعمیر کی جائے۔

رہبر دکن کی اشاعت مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ کا اقتباس خاص طور پر قابل ذکر ہے جس سے آپ کی مساعی کا علم ہوگا اس سال نواب سر نظامت جنگ بہادر کی وجہ سے حجاج بڑے آرام سے ہیں۔ نواب صاحب موصوف قافلہ سالار کے ہمراہ ہر روز متعدد مرتبہ اپنے ہمراہیوں کی خبر گیری فرماتے ہیں اور انتظام کے سربرآوردہ حضرات سے مشورہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

اخبار رہبر دکن کی اشاعت مورخہ ۱۸ تیر ۱۳۴۱ ف سے اس کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اقتباس ذیل سے ناظرین کو اس کا یقین ہوگا

اخبار رہبر دکن، ارتیر مکتوب مدینہ منورہ مظہر ہے کہ......

نواب صاحب موصوف دوران سفر میں اور جائے قیام پر اپنا کام اکثر اپنے ہاتھ سے کر لیتے ہیں۔

بڑے بڑے اکابر صوفیاء کا جو رنگ تھا وہ اس فرزند وطن کی زندگی میں بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ حج بیت اللہ کی تکمیل سے کمال ذاتی کی تکمیل مقصود تھی یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ ایسے موقع پر بھی آپ نے اپنے جذبہ خدمت گزاری قوم کو فراموش نہیں کیا۔ ارض مقدس کی زبوں حالی سے آپ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ آپ ہی کی شرکت سے مدینہ فنڈ قایم ہوا جس میں ایک معتدبہ رقم جمع ہوئی اور اُس کے مصرف کیلئے بھی آپ نے وہ رہبری فرمائی کہ اس سے بہتر انتظام ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اخبار رہبر دکن کی اشاعت مورخہ ۹ رامرداد ۱۳۴۱ف کا اقتباس ذیل قابل ملاحظہ ہے۔

"...... ہم اس حقیقت پر اظہار مسرت کرنا چاہتے ہیں کہ نواب نظامت جنگ بہادر کو اس سفر مقدس کے بعد سرزمین حجاز کی معاشی وعلمی معاملات سے جو سارے عالم اسلامی کی مذہبی مرجع ہے بڑی گہری دلچسپی پیدا ہو گئی ہے آپ نے اس رقم سے جو آپ کے سپرد

کی گئی تھی ایک ہزار کی رقم اس غرض سے محفوظ کرائی ہے کہ غریب شریف لڑکوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دلانے کے کام آوے اس فنڈ کے ایک حصہ سے وہاں کے بچوں کی ایسی تعلیم و تربیت ہو کہ وہ روزی کمانے کے قابل ہو جائیں۔ یقیناً اس کا بہترین استعمال ہے اس فنڈ میں بعد کو آپ کی مساعی سے کافی اضافہ ہوا۔ اور نواب صاحب نے حاجیوں کے مشکلات اور اس کے اسباب پر پوری طرح سے غور فرمانے کے بعد جو اسکیم اصلاح مرتب فرمائے اس سے آپ نے حکام کو بھی واقف کرا دیا اور یہ ایسا کارنامہ ہے جس کے مفید نتائج مترتب ہوئے۔ اس کام کا پہلا اشارہ نواب صاحب کی طرف سے ہوا تھا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام بیت المعذورین کے لیے نواب صاحب نے حکام کو توجہ دلائی تھی۔ آپ کے ان تمام مساعی جمیلہ کی نسبت آقائے ولی نعمت نے جو رائے ظاہر فرمائی اس کی اشاعت رہبر دکن مورخہ ۲۴ بہمن ۱۳۴۶ف میں ہوتی ہے جس کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

"مضمونیکہ نظامت جنگ نوشتہ در اخبار رہبر دکن طبع کرد (متعلقہ انتظامات وغیرہ بمقامات متبرکہ) آنہا را خواندہ ما بسیار محظوظ شدیم۔ چرا کہ آں خوب تجویز است و لایق التفات طبقہ اسلام"

Nizamuddin Ahmed Nizamat Jung, 1936
After Haj
Age 65

اسلامی خدمات نواب صاحب نے متعدد مرتبہ اپنے خطبات میں اس جانب قوم کو متوجہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے اگر کوئی دستور العمل زندگی ہو سکتا ہے تو وہ صرف قرآن مبارک ہے آپ نے صحیح طور پر یہ احساس فرمایا کہ ہم قرآن پڑھ لیتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے چنانچہ جو پر مغز خطبۂ صدارت آپ نے جلسہ میلاد النبی مصطفٰے بازار میں سنہ ۱۳۵۱ھ میں دیا تھا اس میں اس جانب خاص توجہ دلائی تھی اور آپ کا جو مکتوب اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۹ بہمن سنہ ۱۳۴۲ف میں شائع ہوا ہے اس سے آپ کے ان جذبات کا پتہ چلتا ہے چنانچہ اس مکتوب کا اقتباس درج ذیل ہے۔

اس کتاب قرآن مجید کو اپنا دستور العمل قرار دینا ہمارا مذہبی اور قومی فرض ہے تاکہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں داخل ہوں۔ یہ الفاظ (۱۱۴) آیات میں ساتھ ساتھ آئے ہیں اور خود اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل پر کس قدر اصرار رہا ہے اور اس کو قومی فرض اس وجہ سے سمجھنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے ہی عربوں کو ترقی کا وہ درجہ حاصل ہوا تھا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

قرآن مجید ہمارا دستور العمل اس واسطے بنایا گیا ہے کہ ہر مسلمان اپنے تمام معاملات و تعلقات میں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے کام میں ہر فعل اور ہر قول میں قرآنی اخلاق کو پیش نظر رکھے اور ان کی پابندی کرے اور

اور اس سے اس عمل صالح کی اتباع کرے جو خود ہمارے ہادی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اگرچہ مسلمان سنت کا لفظ اکثر استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس کو اخلاقی عمل سے متعلق نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعض ظاہری اور کم ضروری امور کی حد تک محدود رکھتے ہیں۔

قرآن مجید نے حکمت میں روح ڈال کر عقل کو عمل بنا دیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایسی نعمت ہے کہ اس کو بھول جانا یا اس سے غافل رہنا منشاء نزول کے خلاف کہا جاسکتا ہے۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ قرآن شریف کی تعلیم صرف آخرت کے لیے ہے تو یہ صحیح نہیں ہے وہ اسی دنیا کے لیے ہے جو آخرت کا راستہ ہے اور ہم کو صاف بتا دیا گیا ہے کہ عمل صالح یہاں کی اور وہاں کی دونوں جگہ کی بہبود کے لیے ہے۔ یہ سبق جو قرآن سے ہم کو ملا ہے اس کی تائید فلسفہ سے ہوتی ہے اور اگر مہذب دنیا کے اخلاقی پیمانہ سے جانچا جائے تب بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اخلاقی ترقی کا بہت بلند درجہ ہم کو قرآنی ہدایات کی پابندی سے مل سکتا ہے۔ جو اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا اخلاق کا اگر محض ذہنی تصور ہو کر رہ جائے تو عمل پر اثر ڈالنے کی اس میں قوت نہیں پیدا ہوگی۔ اس کے برخلاف اگر مذہبی جذبات

بھی اس کے پیچھے موجود ہوں تو عمل آسان۔ فعل مسلسل۔ مستقل اور قوی ہوگا۔ انسان کی جب ایسی حالت ہو جائے تو انسان کا اجتماع جس کو قوم کہتے ہیں وہ بھی انہی صفات سے متاثر ہو کر غیر محدود قوت حاصل کر سکیگا۔ یہہ محض میرا خیال ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔

ایسے ہی خیالات کے سلسلہ میں آپ نے رفتہ رفتہ اپنا سامان اس غرض سے علیحدہ کرنا شروع کیا کہ جو کچھ اس سے وصول ہو وہ قومی کاموں میں اور خصوصاً حرمین شریفین کے محتاجوں کی مدد کے لیئے بھیجا جائے۔ یہاں جو کام ہو رہے ان کی مختصر تفصیل یہہ ہے :—

(۱) انجمن علم و عمل کے لیے ایک مکان جس کے ساتھ مسجد بھی ہے تعمیر کرایا گیا اور اس کی افتتاح ربیع الاول ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔

(۲) اس انجمن کے مقاصد کی تکمیل کی غرض سے (جو قرآنی عملی زندگی کی تعلیم ہے) چونکہ آمدنی کا ذریعہ تجویز کرنا ایک ضروری امر تھا لہذا چند مکانات اس کام کے لیے وقف کر دیئے گئے۔

الف۔ مدینہ سرائے خود کا مسکونہ مکان ہے۔

ب۔ مدینہ باغ و مکانات متعلقہ ملکی زینت النساء بیگم صاحبہ ہمشیرہ اُن کی خواہش اور اصرار پر۔

ان مکانوں کے کرایہ کی آمدنی سے توقع ہے کہ قرآنی تعلیم کا کام

زیر نگرانی انجمن جاری رہیگا۔

اس کے بعد ۱۳۶۶ھ میں اس خیال سے کہ عملی تعلیم قرآن کے لیے کسی پاک مقام پر ایک حجرہ تعمیر کرانا مناسب ہوگا احاطہ مسجد حسین ساگر میں مسجد کے سامنے جانب مشرق ایک خوشنما حجرہ اپنے صرفہ سے باجازت محکمہ امور مذہبی سرکار عالی تعمیر کرا دیا۔

چونکہ شاہ راہ عام پر یہ ایک نمایاں مقام ہے اس پر سب کی نظر پڑتی رہتی ہے اور اس طرح ایک اہم اور ضروری فرض کے طرف مسلمانوں کی توجہ مائل رہیگی۔

چوں کہ "قرآنی دنیا" کے نام سے مولوی ابو محمد صاحب مصلح پہلے سے درس تدریس اور اشاعت مضامین قرآنی کا کام انجام دیر ہے تھے لہذا یہہ مناسب سمجھا گیا کہ اس حجرہ کی پیشانی پر قرآنی دنیا کا نام رہے اور اس کو قرآنی عملی تعلیم کے لیے حسب ضابطہ وقف کر کے اصلی غرض کی تکمیل کی نگرانی کا خاص اور قابل اطمینان بندوبست کیا جائے۔ اور کام مجلس امنائے انجمن علم و عمل کے ذمہ قرار دیا جائے۔

حجرہ کی تعمیر کے قبل محکمۂ امور مذہبی اور محکمہ بلدیہ سے اجازت حاصل کر لی گئی اور محکمۂ اول الذکر سے یہ طے کر لیا گیا کہ حجرہ مذکور جس کام کے لیے وقف ہے اوس کو کسی خاص شخص کی ذات سے کوئی تعلق نہیں اس میں مولوی ابو محمد صاحب

کام کریں یا کوئی اور صاحب۔ کام وہی ہوگا جو معین کر دیا جاتا ہے اور مناسب طریقہ سے اُس کو ہمیشہ جاری رکھا جائیگا۔ نیز یہ کہ بجز اس خاص غرض کے (یعنے عملی تعلیم قرآن) اور کوئی دوسرا کام جو اس سے غیر متعلق ہو ہرگز نہیں لیا جائیگا۔ اور اس کی ذمہ داری نہ صرف متولی پر بلکہ محکمہ امور مذہبی پر بھی عاید رہے گی۔

۲۔ نواب صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ تعمیر شفاخانہ یونانی کے لیے اسی محلہ میں جہاں کہ انجمن علم و عمل کا مکان ہے زمین کی ضرورت ہے تو آپ نے اپنے علاقہ کی ایک زمین جس کا رقبہ تین ہزار گز ہے اور جس کی قیمت تیس (۳۰) ہزار آچکی تھی آپ نے اس کام کے لیے بلا قیمت سرکار میں دیدی چنانچہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عہدہ داران متعلقہ نے یہ وعدہ کر لیا کہ بجز اس کام کے اور کسی دوسرے کام میں یہ زمین نہ لائی جائیگی۔ صدر اعظم وقت کی ایسی تحریر نواب صاحب کے پاس موجود ہے۔

اس گرانقدر عطیہ کی وجہ تحریک خود نواب صاحب سے یہ معلوم ہوئی کہ ان کے والد مرحوم و مغفور کو یونانی طب سے خاص دلچسپی تھی اور وہ اوس کو اس ملک کے طبائع کے لیے زیادہ مفید سمجھتے تھے چنانچہ پچاس سال قبل اُن کی توجہ سے اس کی بنا یہاں قایم ہوئی۔ اس وجہ

سے نواب صاحب اس شفا خانہ یونانی کو جو اس زمین پر تعمیر ہوگا ان کی یادگار سمجھتے ہیں ۔

اس موقع پر ایک اور واقعہ کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے جو وہ بھی ملک کی خدمت میں داخل ہے ۔

اپنے والد نواب رفعت یار جنگ مرحوم کے علاقہ کی زمین کا وہ حصہ جس پر خزانہ آب قایم ہے اس کا بھی کوئی معاوضہ سرکار سے وصول نہیں کیا اگرچہ اس کی ادائی کا وعدہ منجانب سرکار ابتدا ہی میں ہوا تھا ۔

نواب صاحب کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ ہر زمین مُلکی اغراض کے لیے ملک کی ہے ۔

۳ - وقار آباد مکان و وسیع باغ موسوم بہ "رفعت باغ" جو نواب صاحب کے قبضہ میں تقریباً پچاس سال تک رہا اُس کو سرکار میں دیدینا بالآخر مناسب تصوّر کیا گیا تاکہ اُس میں شفایابوں کے لیے انتت گری کے شفا خانہ کے زیرِ نگرانی آسایش اور تفریح کا ایک موزوں مقام موجود رہے ۔ نواب صاحب کا اگرچہ یہ ابتدأ خیال تھا کہ جائداد بھی بلا معاوضہ دیدی جائے لیکن اس کو زیادہ مناسب خیال کیا

کہ اگر سرکار قیمت دینا چاہے تو اس کو لیکر دوسرے رفاہی کاموں میں صرف کیا جائے۔

پیشگاہ اعلیحضرت مدظلہ العالی میں عرض کرنے پر فرمان صادر ہوا اور وہ جائداد خرید لی گئی اور محکمۂ طبابت سرکار عالی کے زیر انتظام رہیگی۔ اس کو بھی نواب صاحب اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کی یادگار سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں نے وقارآباد کی صحت بخش آب وہوا کا اُس زمانہ سے ذکر کیا تھا جب کہ تقریباً ستّر سال پیشتر وہ ضلع اطراف بلدہ کے اوّل تعلقدار تھے۔

ضمناً یہ بھی ذکر کر دینا مناسب ہے کہ رفعت باغ کی قیمت میں سے حجرہ قرآنی دنیا کی تعمیر کے مصارف ادا کیے گئے اور کچھ روپیہ وقارآباد کے کرافرڈ مشن ہاسپٹل میں ایک وارڈ بنانے کے لیے بتوسط ڈاکٹر کنارن کے عطا کیا گیا۔

مسلمانوں کو اسلامی راستہ پر قائم رکھنے کے لیے جا بجا مسجد کی ضرورت ہر زمانہ میں تسلیم کی گئی ہے۔ مکان مسجد بجائے خود ایک یادگار رہتا ہے اور یہ امر بھی اکثر نواب صاحب کے پیش نظر رہی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ وہ تبدیل آب وہوا کے لیے میرکاد
ضلع سیلم تشریف لے گئے تھے جب عید کا روز آیا اور آپ نے دریافت
کیا کہ مسجد کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں کوئی مسجد ہی نہیں اس سے
آپ کو سخت افسوس ہوا اور وہاں کے چند مسلمان تجار کو جن میں سب سے
سربرآوردہ ایک صاحب حاجی طیب تھے توجہ دلائی کہ مسجد تعمیر کرانے کی
فکر کرو حسن اتفاق سے ایک قطعہ زمین ایک نمایاں مقام پر حاجی
طیّب کی کوشش سے مل گیا اور نواب صاحب نے اس کی قیمت مالک کو
دیکر اپنے قیام کے زمانہ میں ہی حاصل کرلیا اور حاجی طیّب اور دیگر
چند معتبر تجار کے حوالہ کر دیئے اور تعمیر کے لیے روپیہ فراہم کرنے کی ان
سب کو تاکید کر کے خود بھی اپنی طرف سے کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ اور
تعمیر مسجد میں کسی قسم کی رکاوٹ حکام کی طرف سے نہ ہونے کے لیے
سیلم کے کلکٹر کو خود ایک خط لکھدیا۔ اُس مسجد کی تعمیر میں اگرچہ
تاخیر اس وجہ سے ہوتی رہی کہ وہاں کے لوگوں نے کافی روپیہ جمع
نہیں کیا تاہم نواب صاحب نے وقتاً فوقتاً اپنے طرف سے جو کچھ ممکن
تھا بھیج کر اس کام کو مکمل کرادیا۔

یتیم خانہ سرونگر جس سے آپ کو ابتدا سے تعلق رہا اس میں بھی
مسلمان بچوں کے لیے آپ نے اپنے صرف سے ایک خوشنما مسجد ۱۹۳۷ء

میں بتوسط مسٹر مہر علی فاضل مرحوم صدر انجنیئر آرائش بلدہ تعمیر کرادی۔

اوصاف و خصائل

درحقیقت سوانح عمری لکھنے کا اصل مقصود اُنھی حالات کا اظہار ہے جسکے مطالعہ سے دوسرے اشخاص سبق اور عبرت حاصل اور اپنی روش زندگی کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" یعنی یہہ کہ بچوں کے میلان طبع کا اظہار ان کے افعال سے ہوتا ہے اور انھی سے اُن کی آیندہ افتاد زندگی کا پتہ چل سکتا ہے۔ بچپن میں جو رجحان ہوتا ہے اکثر و بیشتر آیندہ چل کر وہی اثرات باقی رہتے ہیں البتہ صحبت کے اثر سے بعض صورتوں میں اس میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے والدین کی صحبت و سیرت کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے اسی وجہ سے اگلے زمانہ میں شرفاء اپنی اولاد کی تعلیم اپنی زیر نگرانی کیا کرتے تھے - اور دوسرے اطفال و اشخاص کی صحبت سے اُنہیں بچائے رکھتے تھے۔

نواب نظامت جنگ بہادر کے والد ماجد نے بھی براہ دوراندیشی یہی مسلک اختیار کیا اپنی اولاد کی تعلیم خاص اپنی زیر نگرانی معلمین مامور کرکے دلائی اور خود اپنی طرز عمل سے گہرا نقش چند سال اولاد کے

دل بر جما دیا۔ نواب نظامت جنگ بہادر کو بچپن سے بچوں کے کھیلوں کا زیادہ شوق نہ تھا اُن کے اُستاد مولوی واصل صاحب فن ہنوٹ کے ماہر تھے لیکن اُن کے شاگردان کے اس معلومات سے مستفید نہ ہوئے۔ گھوڑے کی سواری سے نواب صاحب کو دلچسپی تھی اور اکثر اسی کو ورزش وتفریح کا ذریعہ بنایا کرتے تھے زمانہ ملازمت میں بھی آپ کو گھوڑے کی سواری اور شکار کا شوق رہا اور اب بھی ہے۔

جھوٹ بولنے سے نواب صاحب کو بچپن ہی سے تنفر تھا۔ نواب صاحب بیان فرماتے تھے کہ ہم سب بچوں کو جیبی گھڑیاں تحفہ میں دی گئی تھیں بڑے بھائی صاحب کی اور میری گھڑی خراب ہوگئی تو ایک انگریزی معلم صاحب یہ کہہ کر لے گئے کہ ان کی مرمت کرا کر لا دوں گا اُس وقت سے ابتک وہ گھڑیاں نظر نہ آئیں مجھے سخت حیرت تھی کہ کس طرح جھوٹ بولا۔ بچپن کے تاثرات مدت العمر باقی رہتے ہیں اور انہی تاثرات کے تحت انسان کا کیرکٹر بنتا ہے۔ صاحب بصیرت بالاتفاق اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کی پہلی تربیت گاہ اس کا گھر ہے جہاں وہ پیدا ہوتا ہے۔ بمقابلہ مغرب کے مشرق میں اس مقولہ کو ہمیشہ سے تسلیم کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی زندگی کی نمایاں خصوصیات مغربی طریقہ زندگی سے مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔ نواب صاحب نے

جس ماحول میں آنکھیں کھولیں ایک خاص اسلامی تہذیب و تمدن
کا ماحول تھا آپ جدید علم کے ساتھ اسلامی طریقہ پر قائم رہے۔ والدین
نے اولاد کو سکھایا اس کا اثر پڑنا ضروری تھا جو نقش اولیں آپ کے
دل و دماغ پر مرتسم ہوا اس کو مغربی تعلیم سے نقصان نہیں بلکہ قوت
پہونچی اور آپ کی زندگی میں مغربیت کا رنگ جو پہلے زیادہ نمایاں تھا
اور اب ایک دوسرا رنگ نظر آتا ہے۔ لیکن مجھے اس سے صریحاً اختلاف ہے کہ
جادہ طبیعت بدل گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جبتک فطرتاً کوئی شخص
کسی صفت کا حامل نہ ہو وہ اس صفت میں ممتاز نہیں ہو سکتا
سر نظامت جنگ بہادر نے اعلیٰ مغربی تعلیم حاصل کی لیکن
یہ سمجھنا چاہیے کہ جو جذبہ تلاش حقیقت ان کی فطرت میں تھا محض
مغربی تمدن و تعلیم یا مغربی فلسفہ سے اس کی پیاس نہیں بجھی اور
بالآخر جس طرح اقبال مرحوم کو فیض رومی نے اقبال مند کیا اسی طرح
سر نظامت جنگ بہادر کے نظام حیات کی تکمیل قرآن پاک کے
پیام ربانی سے ہوئی جس شخص کو آپ سے پہلے ملنے کا اتفاق ہوا ہے اور
اب بھی ملا ہے وہ اس امر کو تسلیم کریگا کہ پہلے بھی آپ میں وہ صداقت و
پاک بازی تھی جو اس وقت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے آپ اعلیٰ سے اعلیٰ خدمات
خدمات سرکاری پر فائز رہے۔ اور ہمیشہ صداقت و راستبازی کو ہی

ملحوظ رکھا اور اسی کی بدولت آقائے ولی نعمت کی خوشنودی حاصل کی۔ راستبازی اور فرض شناسی کا جوہر شروع ہی سے آپ کی فطرت میں ودیعت تھا۔ سکاری زندگی کے دور میں آپ نے ہر مرحلہ پر اپنی صداقت و عزم کا ثبوت دیا ہے چنانچہ ہم پہلے یہ بتلا چکے ہیں کہ کس طرح آپ نے بحیثیت ناظم فوجداری سسٹر بکینن کے مقدمہ میں مدارالمہام کے حکم کی تعمیل سے عملاً انکار کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ایک مسلمان جب عدل گستری کی خدمت پر فائز کیا جاتا ہے تو اس کا فرلیضہ یہ ہے کہ وہ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ پر عمل کرے کسی انسانی طاقت سے وہ اس فرلیضہ کی ادائی میں متاثر نہ ہو اسی طرح آپ کی راستبازی کی ایک اور مثال آپ کی وہ تحریر ہے جس میں آپ نے استحقاق سے بڑھ کر وظیفہ حسن خدمت حاصل کرنے سے انکار کر دیا اگر آپ کو ذاتی منفاد ہی مقصود ہوتا تو آپ اضافہ قبول کر لیتے اور یہ چیز آیندہ کے لیے ان افراد کے لیے جن کو اس طرح اپنا مفاد پیش نظر ہوتا نظیر بن جاتی اس جگہ آپ کی اس تحریر کو جو بارگاہ اقدس و اعلیٰ میں گذرانی گئی تھی ہم بجنسہ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

بہ ہزار ادب بہ بارگاہ خداوندی عرض یہ ہے کہ باب حکومت سرکار کے ۱۸ نمبر ۱۸ میں فدوی کے وظیفہ کے بارے میں جو مسد اشت

پیش ہونے والی ہے جس میں غالباً ازدیاد وظیفہ کی رائے عرض کیجائیگی
اس کے متعلق فدوی نے لکھدیا ہے اور کہدیا ہے کہ مقررہ قاعدہ سے
یعنی (الست) سے زیادہ لیکر اپنے ملک کے خزانہ پر بار ڈالنا نہیں
چاہتا جو کچھ خدمت ملک اور مالک کی ابتک کی یا آیندہ کرے گا
اس کو رقمی معاوضہ کا محتاج خیال نہیں کرتا اپنی بہترین خدمات
کا سچے دل سے انجام دینا اُس کا فرض تھا اور ہے اور سرکار کی قدر شناسی
اس کے لیے کافی معاوضہ ہے اب اس معروضہ کی فدوی نے
اس وجہ سے بھی جسارت کی۔ ازدیاد کی تحریک جو اس وقت اسکے
لیے کیجاتی ہے آئندہ چل کر اوروں کے لیے نظیر قرار دی جائیگی
کیونکہ یہاں مانگنے والے تو ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور نظیریں
پیش کرنا بھی آسان ہے اگر فدوی کے تینتیس (۳۳) سالہ خدمات
کی (جیسے کچھ بھی وہ رہے ہوں) قدر فرماکر سرکار خود اس بات کو
پسند فرمائیں کہ فدوی کے ساتھ کوئی خاص سلوک کیا جائے تو
نہایت ادب کے ساتھ فدوی یہ عرض کریگا کہ بجائے اس کو زائد
وظیفہ دینے کے اس کے بھتیجے غازی الدین احمد کو تین سال کے لیے
تعلیمی وظیفہ یورپ جاکر میکانیکل عملی کام سیکھنے کے لیے بطور خاص
عطا فرمایا جائے تاکہ اس طرح اپنے ملک کے خدمت گذاری لے لیے

وہ بھی تیار ہو سکے قدوسی کے ساتھ اس سے بڑھ کر کوئی اور رعنایت آمیز رعایت نہیں ہو سکتی۔ ۷؍ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ

بندگان عالی نے اس راستبازی کا بکمال عطوفت قدردانی فرماتے ہوئے آپ کے معروضہ کو شرف قبولیت بخشا۔

سر نظامت جنگ بہادر کی زندگی کی دوسری نمایاں خصوصیت آپ کی غیر جانبدارانہ روش ہے یہی وجہ ہے کہ آپ سے ہر فرقہ بلا لحاظ مذہب و ملت خوش رہا یہ جوہر بھی آپ میں خالص اسلامی ہے جو تعلیم آپ کو بچپن سے دی گئی تھی اس کا یہ نتیجہ رہا کہ آپ نے بنی نوع انسان کو فرقہ جات کی قید و بند کی تنگ خیالی سے نہیں دیکھا بلکہ اس نظر سے دیکھا کہ جس نظر سے مالک حقیقی نے رحمۃ اللعالمین کا جامہ پہنا کر سرکار دو عالم کو مبعوث فرمایا سر نظامت جنگ بہادر نے کبھی مذہب و ملت کے تفرقہ کو ملحوظ نہیں رکھا اور آپ کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے ؎

حرف بد بر لب آوردن خطا ست
کافر و مومن ہمہ خلق خدا ست
(اقبال)

یہی شان اسلامی ہے جس نے آپ کی زندگی کو اجاگر کیا اور حقیقت یہ ہے جب تمام بنی نوع انسان اس کی پیدا کی ہوئی ہے تو

اس میں تفریق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس سے پہلے آپ کی سرکاری خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ آپ کی سرکاری خدمات کیا تھیں آپ نے جس طرح ملک و مالک کی خدمت انجام دی ہے اس کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جس کو آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہو آپ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ بے لوث بلا خیال منفعت ذاتی محض جذبہ خدمت گزاری کے تحت کام انجام دیا ہے۔ یہ اعلیٰ تخیل کردار کا بہترین نمونہ ہے اور ملک کو ایسی ہی بلیغ النظر افراد کی ضرورت ہے جو بے لوث کے ساتھ ملک و مالک کی خدمات انجام دیں آپکا شمار بہترین قابلیت رکھنے والوں میں کیا جاتا ہے۔

شروع ہی سے سر نظامت جنگ بہادر کو نمود و نمائش سے نفرت رہی ہے باوجودیکہ آپ نے اہم فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیے ہیں لیکن اپنے خدمات کو نمایاں کر کے بتلانے کی کوشش نہیں کی آپ کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا کہ عہدہ کی بڑائی کوئی چیز نہیں ہے حقیقی عظمت انسان کی شخصیت میں مضمر ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی آپ کی وہی وقعت و عظمت دلوں میں ہے جو اُس وقت تھی۔ ہماری زندگی کا مدار ملازمت سرکار

سیماٗ نمی جھلک پر ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ سرکاری ملازمت ہی میں ہماری عزت و توقیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدمت سے مستعفی ہونے کے بعد ہم کسی کام کے نہیں رہتے۔ سر نظامت جنگ بہادر کا نظریہ اس کے بالکل برعکس رہا۔ آپ ہمیشہ سرکاری خدمت کے شان و شکوہ کو عارضی سمجھتے رہے اور ہمیشہ اس سے آپ کو عار ہی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ خدمت سرکاری سے مستعفی ہونے کے بعد بھی آپ کی زندگی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ اب آپ اپنے مشاغل علمی کو جو پہلے ملازمت سرکاری کے ادائی میں وقت صرف ہونے کے باعث کمتر انجام دے سکتے تھے پورے انہماک کے ساتھ انجام دے رہے ہیں -

انجمن علم و عمل کا قیام آپ کے اسی ذوق علمی کا مظاہرہ ہے یہ سب آپ کے اسی جذبۂ خدمت گزاری کے تحت ہے -

سر نظامت جنگ بہادر کی عمر اس وقت (۷۵) سال سے متجاوز ہے لیکن ابتک آپ کی زندگی کا وہی نظام ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے باوجود اس قدر سن رسیدہ ہونے کے آپ اب بھی اس قابل ہیں کہ اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کر سکیں۔ اس سلسلہ میں صرف سر نظامت جنگ بہادر کے خیالات سحری سے دو ایک اقتباس درج کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس سے یہ واضح ہو جائیگا کہ آپ نے جو دل کا

بہترین وقت مطالعہ فطرت میں صرف فرمایا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے ہم کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو روما کے مشہور بادشاہ مارکس اوریلیس نے اپنی قوم کو عطا فرمائی تھی اہل بصیرت کے لیے ذرہ ذرہ ہستی عظیم کا شاہد ہے۔ ہوا کی لہریں پانی کی موجیں بادلوں کی جگمگاہٹ طلوع و غروب کے پر کیف نظارے ماہتاب کی نکھری چاندنی تاروں کی جگمگاہٹ غرض کہ ہر چیز انکے لیے دلیل راہ ہوتی ہے۔

فلاسفر۔ شاعر۔ صوفی سب کے سب ایک ہی منزل مقصود کے راہرو ہیں فلاسفر اکتساب سے عرفان کا متجسس ہوتا ہے شاعر وجدان سے وہ دیکھتا ہے جس پر دوسروں کی نظر نہیں پڑتی۔ صوفی کی آنکھیں تقرب کی محویت سے چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ ازلی نور کی بصارت شکن شعاعیں اُن کی بصارت مٹا دیتی ہیں لیکن وہ اس ہستی لایزالی کو محسوس کرتا اور اس میں پیوست ہو جاتا ہے شاعری تک بندی کا نام نہیں بلند پروازی بندش الفاظ دوسروں کے تخیلات کا تبدیل لباس سے اظہار شاعری نہیں حقیقی شاعری یہ ہے کہ قلبی واردات اور روحانی جذبات مناسب الفاظ میں اس طرح ظاہر کیے جائیں کہ سننے والے کے دل پر اصلیت کا انکشاف ہو اور دل سے نکلی ہوئی بات دل میں کھُپ جائے کیا یہ اچھوتا خیال غالب مرحوم کے اس شعر کی تفسیر نہیں ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کو کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

ان خیالات سے جو بزبان انگریزی ادا ہوئے ہیں اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا شمار بجا طور پر بلند پایہ مفکرین میں کیا جاتا ہے نواب نظامت جنگ بہادر کی زندگی میں سب سے نمایاں خصوصیات آپ کی راستبازی ہے چنانچہ ہم نے آپ کے زمانہ ملازمت کے حالات میں ان واقعات کا ذکر کیا ہے جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ملازمت کو کبھی ذریعہ معاش نہ سمجھا بلکہ ہمیشہ ملک و مالک کی خدمت گزاری کو اپنی ذاتی منفعت پر ترجیح دی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو حضرت اقدس و اعلیٰ تاجدار سلطنت آصفیہ کا اعتماد حاصل ہوا جس سے بڑھ کر کوئی صلہ خدمت نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کو نواب نظامت جنگ بہادر سے ملنے کا موقع ملا ہے وہ آپ کی شخصیت کو کبھی اپنے دل سے محو نہیں کر سکتا آپ کی گفتگو کا اثر دل پر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور یہ معلوم ہوتا ہے آپ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی زندہ مثال ہیں اقبال کا یہ شعر آپ کے حسب حال ہے ؎

خوف را در سینہ او راہ نیست　　خاطرش مرعوب غیر اللہ نیست

آپ کی علمیت کے متعلق اگر کچھ لکھا جائے تو بجائے خود ایک

مستقل کتاب کی صورت اختیار کریگی جسکی اس مختصر سی سوانح میں گنجائش
نہیں پائی جاتی بطور تذکرہ میں اس قدر اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپکا
کلام خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں نہایت ہی بلند پایہ ہے۔ بلندئ تخیل آپ کی
خداداد قابلیت پر مبنی ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ زبان انگریزی پر جو آپکو
قدرت حاصل ہے اس نے اپنا خراج تحسین نزد اہل زبان حاصل کرلیا ہے
ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے انگلستان میں آپ محتاج تعارف نہیں ہیں
آپ نے اسلامی متعدد نظمیں بزبان انگریزی لکھی ہیں جن کو غور سے پڑھ کر اپنے دلوں میں
جگہ دینا مسلمان طالب علموں کے لیے یقیناً مفید ہوگا۔

نواب نظامت جنگ بہادر کو شروع ہی سے مطالعہ قدرت کا شوق
رہا ہے جیسا کہ اکثر ان کی نظموں سے ظاہر ہوتا ہے۔

آپکے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہم ایک روحانی
سرور محسوس کرتے ہیں اور یہ چیز شاعر کے ممتاز روحانی درجہ کا پتہ
دیتی ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں آپ کا بعد کا کلام (حصوصاً فارسی)
جس میں روحانی جذبات زیادہ ہیں ایک خاص سرور کا حامل ہے۔
تحصیل علم کے ذوق میں ہر گہوارہ علم و ادب سے آپنے خوشہ چینی کی
جو آپکے کلام سے ظاہر ہے۔ چمنستان دنیا کی دلبستگی اب شاعر حقیقت
کو لبھا نہیں سکتی ریگستان عرب کے ہر ذرہ میں شاعر وہ جلوہ گری محسوس ہوتی

کرتا ہے جس کے آگے ہیرے و جواہرات کی چمک دمک ماند ہے۔

یہی حالت سر نظامت جنگ بہادر کے انگریزی اور عربی اسلامی نظموں سے جو انگریزی میں کہی گئیں ظاہر ہوتی ہیں۔

خاک مدینہ سے شاعر کو وہ روحانی سرور حاصل ہوا ہے جو یورپ میں برسوں تحصیل علم کے بعد بھی حاصل نہ ہو سکا۔ بخوف طوالت اب ہم اس بارہ میں زیادہ لکھنا پسند نہیں کرتے انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ ہم آپ کے کلام کی نسبت ایک مقالہ ناظرین کی خدمت میں پیش کریں گے

نظم فارسی آپ کی شاعری زیادہ تر زبان انگریزی میں ہے لیکن علوم شرقی میں بھی آپ کو دستگاہ حاصل ہونیکا نتیجہ یہ ہے کہ جب آپ نے فارسی زبان میں اپنے جذبات کو نظم کرنا شروع فرمایا تو اس میں بھی اپنے کمال زبان دانی کا مظاہرہ فرمایا۔

پہلی مرتبہ آپ نے عرض مقدس میں بزمانہ حج فارسی میں ایک نظم کہی اور اس کے بعد سے ابتک آپ کے فارسی کلام کا جس کو تقریباً چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کافی ذخیرہ طبع ہو گیا ہے بطور نمونہ چند اشعار درج کرتے ہیں جو کعبہ شریف کے سامنے بوقت نماز مغرب و عشا دل میں آئے ہے

شکر خالق کو ز فضلش نصرداد اسلام را
سام دل را کردہ کامل داد عظمت نام را

آنچہ موسیٰ یافت از رب بر سر بالائے طور
آنچہ عیسیٰ یافت از حق قول حق و نور نور

گشت کامل بار آخر بر رسولِ آخریں
تا شدہ موعود رحمت ہادی دنیا و دیں

اس سے ظاہر ہے کہ فلسفہ مغرب سے شاعر فطرت نے تمتع حاصل کی تھی لیکن نہ اس سے اور نہ حکمت یونان سے تشفی حاصل ہوئی تھی اگر تشفی کامل ہوئی تو اس گنجینہ روحانی سے جس کا نام قرآن اور جس کے حامل رحمۃ للعالمین ہیں آپ کو ہمیشہ دنیوی اسباب زینت و تزک و احتشام سے نفرت رہی گو آپ نے عہدہ داری کے زمانہ میں ایک خاص شان کو نمایاں رکھنا بھی ضروری خیال کیا تھا اور اس خیال کو آپنے ـ) پاکیزہ اسلوب میں ظاہر فرمایا ہے ـ

جہانِ تو ہمہ خاکست و جوئی عزت از خاکش
نہ دانی عالم دیگر۔ نہ بینی نور افلاکش

تلاش حق کی جستجو میں بالآخر شاعر حقیقت کو سکون قلب حاصل ہوتا ہے تو وہ قرآن پاک میں ـ

اگر در رنجِ گمراہی گہے مضطر و بے تابم
ہمی در نورِ حسن تو ترا جویم ترا یابم

بہ عالم ہر کجا باشم توئی باطن توئی ظاہر
بہ دوراں ہر کجا گردم توئی اول توئی آخر

آپ کی پرورش چونکہ خالص اسلامی ماحول میں ہوئی رہبانیت سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگرچہ آپ کی تنہائی کی زندگی بعض میں ایسا خیال پیدا کر سکتی ہے۔ بعض کوتاہ نظر یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے جو شادی نہیں کی اوس کی وجہ یہہ ہے کہ مغربی تہذیب کا آپ پر زیادہ اثر پڑا جاننے والے جانتے ہیں کہ آپنے اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے نفس پر سختی فرمائی جو عمر شادی کی تھی اوس وقت آپ پر اپنے والد مرحوم کے قرضوں کی ادائی کی ذمہ داری اہم تھی اور اس کے بعد اپنے بھائیوں اور بہنوں کی حفاظت و تعلیم وغیرہ کی بھی ذمہ داری تھی اس لیے آپنے ان فرائض کو مقدم جانا جبکہ آپ کو اس سے فراغت ہوئی تو فرضی محضر کا واقعہ پیش آیا جس پر آپنے بجا طور پر محسوس کیا کہ ملازمت پر بھروسہ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں عمر کا وہ حصہ گزر گیا جس میں شادی کا خیال ہو سکتا تھا اور چونکہ آپنے ہمیشہ زمانہ زوال کے شادی کو ناپسند کیا تھا شادی کا خیال ہی ترک کر دیا یہاں تک آپ کی عمر ۶۵ سال سے متجاوز ہو گئی۔

چونکہ آپ کی زندگی کا مقصد خدمت رہا ہے سب سے پہلے والدین

کی خدمت جس کا آپ نے عہد کر لیا تھا لیکن افسوس کہ نواب رفعت یار جنگ اول کا انتقال ۱۳۰۸ھ میں ہو گیا اور اس کے بعد چند سال تک والدہ کی خدمت بجا لانیکی کوشش کرتے رہے اس کے علاوہ سرکاری خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ اور وظیفہ حسن خدمت حاصل کرنے کے بعد سے آپ نے متعدد قومی خدمات انجام دیں جس سے کم لوگ واقف ہیں۔ آپ کی ان خدمات کا ذکر علحدہ باب میں کیا گیا ہے۔ سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد آپنے کئی بار حج کیا اور یہاں اور حجاز میں کئی ایک قومی کام کرتے رہے اور بالآخر اپنے مکانوں کو قومی کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ سامان تمام ہراج کر کے اس کی قیمت حرمین شریفین کے محتاجوں کے لیے دیدی اور اپنے دل کی حالت اس طریقہ سے ظاہر کی۔

ندارم فکر ایں دنیا کہ فارغ از ہمہ کارم
بجز تصدیق قول حق کہ ہر دم در دلم دارم
نہادم بر سر دنیا گرانبار متاعش را
مجاہد فی سبیل اللہ آزاد و سبکبارم

یہ اُن کے عملی فلسفہ کی آخری منزل تھی جہاں ان کو ایمان نے پہونچایا۔

خاتمۃ الکتاب

اس مختصر سوانح عمری کی تکمیل میں میرے والد مرحوم کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے ملک کے نوجوان خصوصیت کے ساتھ اس سے مطلع ہوں کہ ہم میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن کو بین الاقوامی عزت حاصل ہے اور جن کی زندگی ہمارے لیے سبق آموز اور قابل تقلید ہے۔ انسان کے کیرکٹر کی بلندی ہی حقیقت میں انتہائی کمال زندگی ہے تو اب سر نظامت جنگ بہادر کی سرگزشت حیات کے مطالعہ سے ان کی راست بازی، ایثار، صداقت اور مالک کی جاں نثاری اور ملک و ملت کی انتھک خدمات کا نقش قلب پر مرتسم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اگر نونہالان ملک نے اپنے زندگی کو سنوارنے میں اس کے مطالعہ سے کامیابی حاصل کرلی تو میں سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اس موقع پر یہ ظاہر کرنیکی مجھے مسرت حاصل ہے کہ سر نظامت جنگ بہادر کا تذکرہ میرے والد کے انتقال کے بعد انگریزی زبان میں مولوی ظہیر احمد صاحب نے لکھا ہے جس کو قدردان حضرات کے پاس خاص مقبولیت حاصل ہوئی ہے اس کے علاوہ اسی زمانہ میں

مسٹر شرما سابق صدر مدرس مدرسۂ اعزہ نے ایک مختصر لیکن نہایت دلچسپ تبصرہ آپ کے فوٹری اپنے نظم پر لکھا ہے جس کو پیش لفظ میں نواب مہدی یار جنگ بہادر نے قابل قدر ظاہر فرمایا ہے اور جس کی قدر انگریز صاحبوں میں بھی ہوئی ہے۔

مدرسۂ اعزہ کے ایک دوسرے استاد مسٹر آئر نے مختصر رسالہ سر نظامت جنگ بہادر کی شخصیت کو واضح کرنے کے لیے لکھا ہے یہ بھی اہل ملک کو ان کی بعض خصوصیات سے آگاہ کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

افضل حسین فاروقی

سر نظامت جنگ بہادر کی ایک اور بھی خدمت جس کا مجھے حال میں علم ہوا اور جس کا ذکر کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا یہہ ہے کہ ان مظلوم مصیبت زدہ اشخاص کی مدد کے لیے جو باہر سے اس ملک میں پناہ کے لیے آ رہے ہیں انھوں نے اپنے وظیفہ میں سے تین سو روپیہ ماہانہ اس غرض سے پیش کیا ہے کہ عالیجناب مدار المہام سرکار عالی اس کو مناسب طریقہ سے صرف کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔

علاوہ اس کے اور (۲۰۰) دو سو روپیہ ماہانہ ایسے ہی مصیبت زدہ اشخاص کو دوسرے ذرائع سے پہنچانے کے لیے انتظام کیا جا رہا ہے نیز یہہ کہ کچھ رقم بحساب پون سو ماہانہ جو حسب الحکم سرکار عالی وظیفہ سے وضع و جمع ہو کر جملہ (۱۶۵۰) ہوئی اس کو خود واپس نہ لیکر انہی اشخاص کے لیے دیدینا احسن تصور کیا گیا۔

حجرۂ انجمن علم و عمل میں ایک نمایاں مقام پر
یہہ کتبہ نظر آتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ
سُبُلَنَا۔

نواب سر نظامت جنگ بہادر اس کو ل
میں رکھ کر اپنے کاموں کی تکمیل کرتے گئے یہاں تک کہ
بالآخر اطمینان حاصل ہوا جو آپ کے اس شعر سے ظاہر
ہوتا ہے۔

شعر

ز توفیق و ہدایت شد طریق فضل تو ظاہر
نمودی راہ رہ یاباں دریں منزل کہ شد آخر

پس کسی سمجھدار شخص کو اسمیں کوئی شک نہیں ہو سکتا
کہ ایسی شخصیت کا اس شاہی حیدرآباد میں ایک خاص
مقام ہے۔

سر نظامت جنگ بہادر کی فارسی نظم میں کہیں تخلص سے یا کسی اور طریقہ سے اپنی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا لیکن نظم در حضور جس کے ہر مصرعہ کے سر حرف کو باہم ملانے سے آپکا پورا نام ابو العلیٰ نظام الدین احمد معلوم ہو سکتا ہے۔
نام میں مادہ تاریخ بھی موجود ہے۔

در حضور

ا۔ اے کہ بینی در نہان و آشکار
ب۔ با تو ماند ایں دلم لیل و نہار
و۔ وائے بر حالم اگر در پیش تو
ا۔ آیم و دارم امید افتخار
ل۔ لیک ار باشد دعا چوں ذکر دل
ع۔ عرض حالم ہست شکر کردگار
ل۔ لاجرم مقبول گردد نزد تو
ی۔ یاد ہر نعمت کہ دادی بے شمار

ف - نے بجز فضل تو امنے در جہاں
ظ - ظلم انساں فضل را آرد بکار
ا - ار نباشد فضل تو بر حال دل
م - می شوخستہ ز ظلم روزگار
ا - ار نیا بد نور از آیاتِ تو
ل - لمع نور تو نماند در حصار
د - دین و دنیا ہم بچشم کور دل
ن - نیست جز یک پردہ ناپائدار

ا - آیم از دنیا بسوئے نور تو
ح - حافظ من حامی و پروردگار
م - مومناں را رحمتِ تو جنت است
د - دار رحمت روح را دار القرار

سنہ ۱۲۸۸ھ

افضل حسین فاروقی

بالخیر
تمت

ضمیمہ

بعض امور جن کی خاص اہمیت ہے ان کو
بصورت ضمیمہ نمایاں کرنا قرین مصلحت معلوم ہے

افضل حسین فاروقی

تہنیت و دعائیہ بہ پیشگاہ جلالۃ الملک اعلیحضرت شاہ دکن مدظلہ العالی

تاج سرِ سعادت اعمال سروری | عظمت بود ترا ز اوصاف داوری

علم و قلم ترا - تو از جاہ برتری | ارفع ز تو نہ دیدہ ایں دورِ قیصری

مسند ترا محبت دلہائے باوفا | ہم اندریں بساط و بہ اقلیم ماورا

بادا دکن بہ عہد تو چو مظہر رضا | بادا چنیں سعادت و بادت چنیں جزا

عمرت دراز و ملک تو بادا بہر زماں | مصئون زیر سایۂ خالق دریں جہاں

ایمن ترا د شاہی و در امن تخت شاں | بادا و دین و دانش و آزاد از زیاں

دیگر

شہا! یار تو باد بخت بلند — ہمہ کارِ تو و جہاں بے گزند

جلالت تو تابی ز دور کہن — تو مختار باشی بہ ملک دکن

خداوند عالم ز تو شاد باد — خزائن پُر و ملک آباد باد

ہمی باد فیروزی و فرہی — ہم اوجِ سعادت چو تاجِ شہی

دل افراز باشی بہ داد و بہ مہر — چنیں بر سرت چتر گردوں سپہر

جہاں دار با علم و ہم علم دوست — خدا با تو باشد ہمانا

بہ تاج و بہ تخت و درفش و علم — بہ فرمان و دست تو

سپہر دار باشی بہ دنیا و دیں — بہ دل صادق و ر آ

کہ دیو فساد از رہ گشت خوں — بیاید بہ حکمت بہ بز

خدا با تو باشد تو را باک نے — دل پاک را خوف

نہ کردار مفسد بہ جایت رسد — نہ آزار حاسد ز غایہ

کہ دار السلام است ایں دار تو
خدا و رسولش نگہدار تو

سنہ ۱۳۶۶ھ

فدوی جاں،
نظامت جنگ

ضمیمہ دوم

الطاف شاہانہ

نواب نظامت جنگ بہادر کو ایک زمانہ تک تقرب کی عزت حاصل رہی اور اپنے مالک مجازی کی صاف دلی اور بعض اعلیٰ خصائل انسانی سے واقف ہونیکا موقع ملا اور جو عنایت و نوازش آپ کے حال پر رہی اوس سے عقیدت مندی آپکی طبیعت کا جزو بن گئی۔

اس کی توضیح کے لیے حضور پرنور کے عنایت ناموں کے چند اقتباسات سے اس ضمیمہ کو مزیّن کرنا مناسب خیال کیا۔

نظامت جنگ بہادر۔

چونکہ تمہاری انگریزی لیاقت مسلمہ ہے۔ اور فن شاعری سے بھی سنا ہے کہ خوب دلچسپی ہے لہٰذا اگر تم میرے غزلیات کا ترجمہ انگریزی میں کریں تو تمہاری محنت شاقہ تمہارے بعد یادگار روزگار باقی رہ جائیگی۔ گو یہ ایک مہتم بالشان کام ہے جس کو ہر کس و ناکس نہیں کرسکتا۔ وقتاً فوقتاً ضروری امورات میں تم مجھ سے استمزاج کرسکتے ہیں۔

باقی خیریت۔

۱۶ محرم ۳۶ھ — شرحِ دستخط مبارک

مورخہ ۶ ربیع الاول شریف ۳۶ھ

نظامت جنگ بہادر

جس عرق ریزی سے تم دواوین کا ترجمہ انگریزی نظم میں کر رہے ہو اوس کی قدر کرتا ہوں اس میں شک نہیں کہ ایسا مہتم بالشان کام بجز تمہارے کوئی کرنے والا سردست مفقود ہے اور تمہاری انگریزی لیاقت بھی مسلّمہ ہے۔

دواوین نمبر (۲) و نمبر (۳) ہیں نمبر (۴) زیر طبع ہے تیار ہوئے بعد اس کو بھی بھجوا دوں گا۔ ان دواوین میں سے انتخاب تمہاری مرضی پر ہوگا۔

۴ دواوین کا مجموعہ کم از کم ڈیڑھ سو غزل سے کم نہ ہو تاکہ طبع ہوئے بعد اس کا حجم اچھا رہے۔

باقی خیریت

شرحدستخط مبارک

نظامت جنگ بہادر۔

چونکہ دوشنبہ کے دن تم کو کونسل میں جانا ہوگا اس کے سوا شاید دوسرے امورات کی تکمیل بھی تم سے متعلق ہے لہذا ایسی صورت میں اس مرتبہ تم کو میں اپنے ہمراہ گلبرگہ لیجانا مناسب نہیں سمجھتا۔ ورنہ کوئی امر اس کے مانع نہیں تھا جس کو تم خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس پر بھی اس بارہ میں تمہارا عندیہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کل بعوض صبح کے شام کے ۴ بجے آئیں تو مناسب ہوگا۔ اس وقت فریدون الملک و سر علی امام کو بھی طلب کیا ہے۔

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

شرح دستخط مبارک

نظامت جنگ بہادر

میں آج کی شب گلبرگہ جا رہا ہوں - اگر تم میرے ہمراہ آنا چاہتے ہیں تو جلد اطلاع دو - اور جس وقت میں ٹیلیفون دوں بودھا اسٹیشن چلے آئیں -

(صرف چند ضروری چیزیں اپنے ہمراہ رکھیں)

تم کو اور قدرت علی کو نصف ڈبہ دے سکتا ہوں۔ اور بعد ہو اخوری تم پنجشنبہ کے دن میرے ہمراہ واپس آنکر اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہو سکتے ہو - بہرحال یہہ تمہاری مرضی وارادہ پر منحصر ہے - باقی خیریت -

۱۵ ذیقعدہ سنہ ۳۶ھ

شرحد ستخط ۔ ارک

برائے اطلاع نظامت جنگ بہادر

جب تک کہ تمہارا مزاج ٹھیک نہ ہو میں تم کو روزانہ حاضری
سے معافی دیتا ہوں - اس کے علاوہ ارادہ تھا کہ آج بریکفسٹ
پر بلاؤں - مگر تمہاری ایسی حالت ہونے کے ، اور پرہیزی غذا رہنے
سے تکلیف دینا مناسب نہیں ۔

شرحِ دستخطِ مبارک ۔

غرہ شوال سنہ

نظامت جنگ

تمہاری علالت کا سلسلہ جو جاری ہے یہ سنکر سخت افسوس ہوا حالانکہ ہر طرح قوی امید تھی کہ تبدیل سے تم کو فائدہ ہوگا اور مرض کا ازالہ بہرحال "بر سر اولاد آدم ہرچہ آید بگذرد" پر نظر رہے۔

تم کامل صحت ہونے تک وہیں قیام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے بلگرام پر ہیں۔ نے ۱۵ جون تک مزید رخصت تم کو دی ہے۔ جو قطعہ کہ عید کے موقع پر لکھا ہے وہ یہ ہے۔

عید است و نو بہار و نگارم بکام دل
ساقی بیا بدہ مئی عشرت بجام دل
از صبر و اضطراب مپرسم کہ دادہ ہست
در دست اختیار نگاہت زمام دل

آج میرے ہاں مختصر سا بریکفسٹ ہے جسمیں چند منتخب اشخاص مدعو ہیں مگر تمہاری عدم شرکت کا تاسف ہے جو ناگزیر ہے۔

شرح دستخط مبارک

ضمیمہ سوم
خاص عزت افزائی

اعلیحضرت شاہ دکن مدظلہ العالی کی بصیرت غیر معمولی ہے جو مالک حقیقی کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے اس سے اور سالہا سال کے تجربہ سے جب اون پر یہ روشن ہوا کہ نظامت جنگ کی عقیدتمندی اور وفاداری کوئی معمولی چیز نہیں ہے تو خاص طریقوں سے خاص مواقع پر قدردانی کا اظہار ایسے حسن وخوبی کے ساتھ فرمایا گیا جو عدیم المثال ہے -

جب کہ ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر لارڈ ڈیول حیدرآباد تشریف لائے تھے اعلیحضرت کے خیال مبارک میں آیا کہ نظامت جنگ کو اون سے بطور خاص ملانا شاہانہ عنایت کے اظہار کا مستحسن طریقہ ہوگا - لہٰذا اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا گیا اگر خرابی صحت کی وجہ سے جو محلہ پیلس کے بینکویٹ میں شریک نہیں ہوسکتے تو ہلفورٹ پر جو ہیز ہائینس کے لنچ کے موقع پر تو آسکو گے - تم کو وائسرائے سے ملانا چاہتا ہوں" اور نظامت جنگ کو یہ سرفرازی نصیب ہوئی کہ لنچ کے بعد حضور پرنور نے بہ نفس نفیس اون کو چند عزت افزا کلمات کے ساتھ وائسرائے سے ملایا -

ضمیمہ چہارم

آرائے اہل نظر

آپ کے مشہور سائینٹس کے متعلق مسٹر ایڈورڈ ڈیرکارٹ ے جیسے فاضل مصنف کی یہہ رائے ہے کہ آپ کا کلام اس قدر بامحاورہ ہے کہ پڑھنے والا یہہ بھول جاتا ہے کہ انگریزی زبان آپ کی اپنی زبان نہیں ہے۔

یہہ رائے مسٹر آرتھرو ے مشہور مترجم کلام متقدمین یونان و روما کی ہے جس کے نزدیک نواب صاحب کا کلام ایک غیر زبان میں ملٹن اور سوئنبرن کے کلام کے مثال کی یاد دہی کرتا ہے اور بعض مقامات ایسے بھی ہیں جو ڈانٹے کے کلام کے مشابہ ہیں۔

کلام بہ سے انسان کی مرتبت کا پتہ چلتا ہے میریڈیتھ اسٹار کی رائے یہہ ہے کہ نواب صاحب کے کلام میں شاعر کی روح عالم اجسام سے عالم معرفت کی جانب عشق حقیقی سے سرشار پرواز کرتی معلوم ہوتی ہے۔ پوئٹری ریویو نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ نواب صاحب کے کلام میں جلوۂ حسن کے ساتھ ساتھ خیالات کی بلندی پائی جاتی ہے۔

ضمیمہ نمبر ۱ چند خاص خطوط قدر افزائی

اقتباس رقعہ سر جیمز ڈنلاپ اسمتھ انڈیا آفس

انڈیا آفس — یکم فروری ۱۹۱۶ء

میری درخواست پر از راہ مہربانی لارڈ ازلنگٹن نے آپکے ساٹس کا ایک نسخہ بکنگھم پیلیس میں پیش کرایا۔

خیال تھا کہ ایک عمدہ جلد کی شکل میں پیش ہو لیکن لارڈ اسٹیمفورڈہیم نے حسب فرمان شاہی اطلاع دی ہے کہ معمولی نسخہ کافی ہے نیز یہ کہ آپکو معلوم کرایا جائے کہ ملک معظم نے اس تحفہ کی نسبت اظہار تشکر فرمایا ہے۔

۱۹۳۶ء — بفرمان ہر مجسٹی کوئین مری

لیڈی ہیرٹ کو کہا کہ نواب نظامت جنگ بہادر کو معلوم کرایا جائے کہ اونکی نظم جو ۱۹۱۱ء میں تخت نشینی ملک معظم جارج پنجم کے موقع پر لکھی گئی تھی اوسکو سنکر ہر مجسٹی نے اس کی قدر کا اظہار فرمایا۔

۱۹۳۶ء — از سر ریجنلڈ گلانسی انڈیا آفس۔

وفات ملک معظم جارج پنجم کی نسبت آپنے جس نظم میں اظہار تاسف

وحسرت کیا ہے وہ اس کی نقل ہر مجسٹی دی کوئین مسرک کی ملاحظہ میں گزاری گئی تھی
اس سے وہ نہایت متاثر ہوئیں اور ارشاد ہوا ہے کہ آپ کو اطلاع
دی جائے کہ وہ اسکی قدر کرتی ہیں۔

بکنگھم پیلیس   مارچ ۲۴ و ۱۹۴۶ء

ملکہ معظمہ کا ارشاد ہوا ہے کہ آپ کو اطلاع دی جائے کہ نواب
نظامت جنگ کے مجموعہ نظم کو جو آپ نے بھیجا تھا دلچسپی سے ملاحظہ کیا گیا
اور ان کی قدر کرتی ہیں۔ یہہ مصنف کو معلوم کرایا جائے۔
ان کی وفادارانہ محبت اس ملک کے ساتھ ایسے مشکلات کے زمانہ
میں بہت تسکین دہ ہے۔

وائسرائے ہوز دہلی   ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء

مائی ڈیر نواب صاحب!

سر آرتھر لو تھین کے پاس سے آپکی نظم کے تین نسخے وصول ہوئے
اور میں نہایت مشکور ہوں۔ میں نے ان کو نہایت دلچسپی سے پڑھا اور
محظوظ ہوا۔ آپ کو آپکی ہنر شاعری پر مبارکباد دیتا ہوں
جو مخلصانہ محبت انگلستان کی نسبت ان سے ظاہر ہوتی ہے وہ دل افزا ہے۔
دستخط لارڈ ویول۔

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

(دیگر خطوط)

مولوی محمد نظام الدین احمد صاحب بی۔ اے۔

آپ کے چچا نواب عماد جنگ مرحوم کے انتقال کی کیفیت سنکر سخت افسوس ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن بڑے لایق اور ملکی غنیمت تھے اللہ تعالےٰ مغفرت کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ وقت نماز اور مسجد کی مجھ کو اطلاع نہیں ہوئی ورنہ میں ضرور شریک نماز ہوتا۔ فاتحہ سیوم کس جائے اور کس وقت ہوگی اوس سے اطلاع دیجئے فقط

شرحِ دستخط ظفر جنگ نواب شمس الملک خلف نواب خورشید جاہ شمس الامرا امیر کبیر۔

پرپولیٹ وراز۔

نواب نظامت جنگ بہادر معتمد صاحب عدالت و کوتوالی وغیرہ سرکار عالی

ان دنوں جو متواتر یہ افواہ گوشزد ہو رہی ہے کہ معتمدی ہوم ڈپارٹمنٹ میں کچھ تغیر و تبدیل ہونے والی ہے آیا صحیح ہے یا افواہ ہی افواہ ہے اگرچہ حالت زمانہ کے مدنظر ایسے تصورات کا جامع تصدیق ہیں ظاہر ہونا کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے مگر جب تک صحت وقوع واقعہ نہ ہو ایسے بیانات کو باور کرنا خلاف دانش ہے پس اگر آپ کو کچھ واقفیت ہو تو بصیغہ راز اطلاع دیجئے۔

واضح ہو کہ بلا لحاظ کارگزاری و عقیدت ذاتی مجھ کو معتمد صاحب سے

دلی صفائی حاصل ہے اور منظور و مطبوع میرے ہو نہیں سکتا کہ ایک قدیم دینی دوست کے خلعت و یادگار محمود کو بدنما و متفکر معاینہ کروں۔ بس اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو آپ اصل حال سے ایما کیجیے اگرچہ فی زماننا سفارش وغیرہ بے اثر محض ہے بلکہ سفارش خلاف امید نتیجہ زبوں پیدا کرنے والی ہے مگر راز داں کا عمل خالی فائدہ سے نہیں ہوتا بہرحال تحریراً مزید استفسار کر نہیں سکتا اور آپکا بھی دو سطری جواب کافی ہوگا تا تردد رفع ہوا اور اطمینان کے حصول میں سعی کا قابو یا دل

مرقوم ۱۴ ربیع دوم ۱۳۲۹ھ

دستخط شہاب جنگ مختار الدولہ افتخار الملک

بمبئی ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

حضرت مکرم و محترم عالیجناب نواب صاحب بہادر دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ہم آپ سے رخصت ہو کر مع الخیر بمبئی پہونچے ہمارے دوران قیام حیدرآباد میں جس قدر کرم گستری مہمان نوازی و اخلاق کریمانہ کا برتاؤ آپنے فرمایا ہے اور ہمارے اغراض و مقاصد کے متعلق جس قدر مخلصانہ سعی وجد وجہد آپنے فرمائی ہے اُسکے اظہار شکرگذاری کے لیے حقیقتاً الفاظ ناکافی ہیں دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ جیسے مخلص حضرات کے وجود باجود اور فیض کرم سے امت اسلامی کو زیادہ سے

زیادہ متمتع اور فیضیاب ہونے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین۔
المخلص سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین۔

ایک نوجوان ملکی عہدہ دار نے جبکہ وظیفہ پر علحدہ ہو اپنے درد کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:۔

حاشا اس کا خیال نہیں کہ جناب والا صدر المہامی سے علحدہ ہوئے ہیں کیوں کہ میری نظروں میں صدر المہامی و صدر اعظمی سے جناب والا کی شخصیت بہت بہت ارفع و اعلیٰ ہے بلکہ رہ رہ کر جو تکلیف اس دست کشی سے ہو رہی ہے وہ یہ کہ ملک و مالک کا زبردست بہی خواہ زمانہ کا نبض شناس موجودہ حالت سراسیمگی میں ملک و مالک کی خدمت سے سبکدوش ہو رہا ہے۔ وہ کارنامہ جو جناب والا کے ہاتھوں حیدرآباد کی کشتی کے ڈگمگا جانے کے بعد ملک کو گرداب بلا سے نجات دلانے والا کہا جا سکتا ہے اس کو آیندہ نسلیں کبھی بھول نہ سکیں گی۔ اور تاریخ کے اوراق کبھی اس سے خالی رہیں گے۔ بہرحال یہ خادم ملک و مالک کی خدمت سے آپکی دست برداری کو فی الوقت نامناسب خیال کرتے ہوئے متاسف اور جناب والا کی علو ہمتی بلند پایہ سیاست خودداری اور منفعت ذاتی سے بے تعلقی کے اوصاف کے ساتھ جو ملک و مالک کی حقیقی خدمت کو جناب والا نے پر آشوب زمانہ میں انجام دیا ہے قابل

مبارکباد تصور کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپکی اتباع
اور نقش قدم پر چلنے کی اہالیان ملک کو توفیق رفیق کرے۔ آمین ثم آمین۔

کمترین غلام جان نثار محمد مبارز الدین خاں۔

۱۶ آذر ۱۳۵۷ف

آپکے تین خطوط وصول ہوئے آپکے قیمتی مشوروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں
انکو صدر المہامان متعلقہ کے پاس بھیجدیا ہے یقین ہے کہ وہ انکے لحاظ سے عمل پیرا ہونگے۔
بکمال خلوص دل آپکے فیاضانہ امداد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو پناہ گزین اشخاص
کے لیے آپنے کی ہے۔ مجھے کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آیا جو اپنی آمدنی کا ایک خمس اپنے
برادران مصیبت زدہ کے لیے ایثار کرنے پر آمادہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ آپکو اسکی بہترین
جزا دے۔ میں الفاظ میں نہیں ظاہر کرسکتا کہ آپکے اس اشارہ کی کیسی قدر کرتا ہوں۔

آپکا مخلص۔ دستخط احمد سعید (نواب سعید الملک بہادر نواب چھتاری)
(صدر اعظم باب حکومت)

۷ آذر ۱۳۵۷ف۔

اس بارے میں جو نیک اقدام آپنے فرمایا ہے وہ جمیع عہدہ داران سرکار عالی
کے لیے لائق تقلید ہے۔ جناب کے جذبات خدمات ملک و ملت سے
ملک کا بچہ بچہ واقف ہے خدا آپ کو تا دیر صحت و عافیت کے
ساتھ قائم رکھے تاکہ آپکے مفید مشوروں اور عمل سے ملک و اہل ملک زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں

دستخط لیاقت جنگ صدر المہام فینانس سرکار عالی

ضمیمہ ششم اقوال

سر نظامت جنگ بہادر کی تصانیف "خیالات سحری" اور "لمحاتِ فکر" ان حکیمانہ اقوال کا مجموعہ ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ حیات ہیں۔ نواب صاحب کے چند مقولے جو اپنے اسلوب بیان کے لحاظ سے خاص اثر رکھتے ہیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) ایمان ہی بڑی قوت ہے۔

(۲) سادہ زندگی اپنا آپ صلہ ہے۔

(۳) قناعت سرچشمہ راحت ہے۔

(۴) جس کو قدرت کی نیرنگیوں میں خدا کی نشانیاں نظر آتی ہوں وہ کبھی صراط مستقیم سے بھٹک نہیں سکتا۔

(۵) سکون قلب جدوجہد ہی کے راہ سے میسر ہوتا ہے۔

(۶) محض علم کا نام عقلمندی نہیں ہے۔

(۷) حقیقی علم کے حصول سے انکساری حاصل ہوتی ہے۔

(۸) تحمل اور رواداری اعلیٰ ظرف کی نشانیاں ہیں۔

(۹) اچھے کام میں مصروف رہنے سے گویا عمر بڑھتی ہے۔

(۱۰) اپنے نیک عمل اور اچھے خیالات کے سرمایہ سے ہم اپنی آپ بہشت

بنا سکتے ہیں۔

(۱۱) بہترین تعلیم وہی ہے جس سے اپنی ساعی عقل کی حد معلوم ہو سکے

(۱۲) حاصل علم یہ ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کو سمجھ سکیں۔

(۱۳) عقلمند غلطیوں سے اصلاح حال میں امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۴) سمجھدار پریشانی میں بھی سکون حاصل کر سکتا ہے اور ناسمجھ حالت سکون میں بھی بے چینی محسوس کرتا ہے۔

(۱۵) اچھا کام نمائش کی غرض سے کیا جائے تو اسکی اچھائی باقی نہیں رہتی

(۱۶) اپنا سب کچھ نیک کام میں صرف کرو۔

(۱۷) صلہ و ستائش کی خاطر نیکی کرنا نیکی نہیں خود فروختگی ہے۔

(۱۸) جو دوسروں پر تفوق کی فکر میں رہتا ہے حقیقی ترقی نہیں کر سکتا۔

(۱۹) جو شخص ہمیشہ کجروی کا عادی ہو کبھی بلند کردار اور بیباک نہیں ہو سکتا۔

(۲۰) ہم دنیا سے جو حاصل کرتے ہیں اس سے زیادہ دنیا کو دے سکتے ہیں۔

(۲۱) خودستائی۔ خود پسندی نہیں اور خود پسندی خودداری نہیں۔

(۲۲) بڑا آدمی کبھی اپنے کو بڑا نہیں سمجھتا۔

(۲۳) خودستائی سے کمظرف بڑائی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲۴) بڑے آدمی شہرت کے متمنی نہیں ہوتے۔

(۲۵) عزت اور وقار کے سامنے شہرت ہیچ ہے۔

(۲۶) عزت اشتہار بازی سے حاصل نہیں ہوتی۔

(۲۷) رائے عامہ سے مراد کبھی عام غلطی بھی ہوتی ہے۔

(۲۸) شہرت کے معنی اکثر کم ظرفوں میں مقبولیت کے ہوتے ہیں۔

(۲۹) انسان کی جانچ اسکے کردار سے کیجا سکتی ہے نہ کہ طبقہ کے لحاظ سے۔

(۳۰) بہشت اور دوزخ دونوں کی راہ یہی دنیا ہے۔

(۳۱) دوسروں کو فریب دینا خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

(۳۲) جھوٹ کو جتنا چھپایا جائے اتنا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

(۳۳) نفس پرستی بدترین غلامی ہے۔

(۳۴) اپنی غلطیوں سے ہمیشہ سبق حاصل ہوتا ہے دوسروں کی غلطیوں پہ ہمیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے۔

(۳۵) صحیح قربانی یہ ہے کہ انسان حیوانیت چھوڑ کر شریف النفس و انسانیت نواز ہو جائے۔

(۳۶) غربت میں آدمی کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔

(۳۷) کسی اہم کام کی تکمیل کے لیے سکون و تنہائی ضروری ہے۔

(۳۸) زندگی کی نعمتوں کو خریدا نہیں جا سکتا۔

(۳۹) مطالعہ فطرت سے کتاب مقدس کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔

(۴۰) قدرت کی نیرنگیاں خدا کے وجود کا مظہر ہیں۔

(۴۱) تکمیل خودی خود فراموشی سے حاصل ہوتی ہے۔

اپنی آمدنی خیراتی کاموں میں صرف کرنے اور تمام جائداد قومی کاموں کیلئے وقف کر دینے کے بعد یہ یادداشت آپ نے لکھ رکھی :-

بس اب جان و دل سب تجھے دیدیا ۔۔۔ جو آیا تھا تجھ سے تجھے دیدیا
امانت جو کچھ مال تھا میرے گھر میں ۔۔۔ وہ تیرا ہی تھا اب تجھے دیدیا
جو کچھ میری قسمت میں رکھا تھا تو نے ۔۔۔ وہ تیرا ہی تھا اب تجھے دیدیا
جو منظر تھا دلبر یہاں کا وہاں کا ۔۔۔ وہ تیرا ہی تھا اب تجھے دیدیا
تجھی میں ہوں شامل بہشت اب کہاں کا ۔۔۔ تصور تھا تیرا۔ تجھے دیدیا

جب اس کتاب کو پیش کر کے اشاعت کی اجازت چاہی گئی تو اس کو دیکھ کر حضرت نے یہ فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِیَدِکَ الْخَیْرُ وَاِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

یہ تھا فضل تیرا۔ ہوا کام میرا
کیا تو نے سب کچھ۔ ہوا نام میرا

محمد حسن الدین

مالک مطبع و دارالکتابت

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦	٦	اپنی	اپنے
″	١٥	ہونا	ہوتا
١١	٨	پیش سہ	پیش نہ
″	١٥	جس	جن
١٢	٢	ان کے	ان کی
″	٤	استغناء کے	استغنا کی
″	١٣	ایسے فضاء	ایسی فضاء
″	١٧	کی ریمارکس	کے ریمارکس
١٥	١٤	اپ	آپ
١٦	١	جس میں	جن میں
″	١٧	قضائُت	قضاُت
١٧	٣	نصیح	فصیح
″	٩	جس کے	جن کی
١٩	٨	صروریات	ضروریات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢٠	١٢	ذہنیت	وہیئت
″	١٦	ہمہ تس	ہمہ تن
٢٢	٨	یدرسہ	مدرسہ
″	١٢	ہرایک	ہریک
٢٣	٢	انگریزی	لفظ انگریزی کر ہے
″	٧	ایک مدرس	ایک مدرس
″	٨	باشدہ	باشد
٢٤	٩	ایک	یک
٢٥	٣	آسائے	اسمائے
٢٧	٢	ماموری	ناموری
″	″	ایبل	اپیل
٢٧	١٧	دربرشش	اوربرشش
٣٢	١٤	جال	حال
٣٤	١٧	یکایک	یکا یک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۰	دوسرے	دوسری
۶۹	۵	مسٹرووڈف	مسٹرووڈرف
۷۱	۱۴	خیزات	خیرات
۷۶	۹	حل چل	ہلچل
۸۰	۷	عہدوواروں	عہدداروں
״	۱۳	لصعفیہ	تصعفیہ
۸۶	۱۰	اوقات	واقعات
״	۱۷	نواب فرماتے	نواب صاحب فرماتے
۸۸	۱۴	فلسفانہ	فلسفیانہ
״	۱۷	ڈسمبر ہے	یہ لفظ زاید ہے
۱۰۱	۵	ہیں	ہی
״	۱۵	کی	کے
״	۱۶	اسلامی کی	اسلامی کا
۱۱۰	۱۶	ابندا	ابتدا
۱۱۱	۱۷	اپنی	اپنے
۱۱۳	۱۲	رومی	روحی
۱۱۶	۱۰	رحمۃ اللعالمین	رحمۃ للعالمین
۱۱۷	۸	ایسی ہی	ایسے ہی
۱۲۰	۱	لذّت کو کر	لذّت کر
״	۴	یہ کہتا	ہوتا
۱۳۶	۱۱	تورا	تُرا
۱۴۷	۱۲	تغیر	تغییر
۱۵۲	۱۲	عطمت	عظمت